رجسٹرڈ انگلشیہ نمبر

شرح چندہ
سالانہ ...... ۔
ششماہی ...... ۔
سہ ماہی ...... ۔

قیمت پرانا پرچہ ۴؍

خجستہ بنیاد حیدرآباد دکن

ہفتہ وار

مملکت

ایڈیٹر
میر حسن الدین بی اے ال ال بی عثمانیہ

رجسٹرڈ آصفیہ نمبر

شرح چندہ
سالانہ ...... ۔
ششماہی ...... ۔
سہ ماہی ...... ۔

قیمت فی پرچہ ۲؍

جلد ۵ | ۱۵ آذر ۱۳۵۵ ف | ۱۳ ذیقعدہ ۱۳۶۴ھ | ۳۰ اکتوبر ۱۹۴۵ء سہ شنبہ | نمبر ۲۷

خطرے کی گھنٹی

کیا ایک پارٹی سارے ہندوستان کی نمائندگی کر سکتی ہے؟

از

ایم۔ این۔ رائے

سنہ ۱۹۴۲ء کے نازک زمانہ میں میں نے یہ سوال اٹھایا تھا کہ ہندوستان کدھر جا رہا ہے ——

آزادی کی طرف یا فاسطیت کی طرف؟ ملک جس راہ پر پہنچ گیا تھا اس کی وضاحت کرتے ہوئے میں نے بتایا تھا کہ فاسطیت جرمنی یا اٹلی یا کسی خاص ملک کی پیداوار نہیں بلکہ یہ عصر حاضرہ کا ایک بین الاقوامی مظہر ہے جو مخصوص سماجی اور سیاسی حالات کا نتیجہ ہے۔ اگر سامراجیت کے خلاف ہماری کشمکش صحیح راستہ پر جاری نہ رہے تو یہ کشمکش پستی کی طرف مائل ہوگی اور فاسطیت کی صورت اختیار کرے گی۔ فاسطیت کی کامیابی قومی سرمایہ داری کی حکومت کا پیش خیمہ ثابت ہوگی۔ اس کے آثار ابھی سے حالات میں رونما ہو رہے ہیں۔ قومیت اور اشتراکیت کے باہم آشتی پیدا کرنے کا نتیجہ قومی اشتراکیت (نیشنل سوشلزم) کی صورت میں ظہور پذیر ہوگا جس کا دوسرا نام فاسطیت ہے۔

ہمارے ملک کی سیاسی زندگی میں فاسطی رجحانات نمایاں ہوتے جا رہے ہیں۔ سنہ ۱۹۴۲ء میں پنڈت جواہر لال نہرو نے اپنی خود نوشتہ سوانح عمری میں ان رجحانات کے خلاف تنبیہ کیا تھا۔ اس وقت سے یہ رجحانات بہت نمایاں ہو گئے ہیں اگرچہ آج پنڈت نہرو اس خطرے سے کچھ بے خبر معلوم ہوتے ہیں۔

عدم رواداری فاسطیت کی نمایاں خصوصیت ہے۔ عدم رواداری کانگریس کی بھی نمایاں خصوصیت بن گئی ہے۔ کانگریس کا دعویٰ ہے کہ وہ سارے ہندوستان کی نمائندہ ہے اور کسی دوسری سیاسی جماعت کے وجود کو گوارا نہیں کر سکتی۔ ابھی حال میں پنڈت نہرو نے لاہور میں تقریر کرتے ہوئے کہا کہ جو شخص بھی کانگریس کی مخالفت کرنے کی جرأت کرے اسے کچل دیا جائے گا۔ آخر یہ کانگریسی لیڈر کس سے لڑ رہے ہیں؟ کیا وہ سامراجیت کے خلاف برسر پیکار ہیں یا خود اپنے ہندوستانی بھائیوں کے خلاف؟

صرف ایک پارٹی کے لئے بدیہی طور پر یہ ناممکن ہے کہ سارے ہندوستان کی نمائندگی کرے۔ ایک ہی پارٹی وقت واحد میں زمینداروں، کاشتکاروں، سرمایہ داروں اور مزدوروں، امیروں اور غریبوں کے مفاد کی نمائندگی نہیں کر سکتی۔ اگر آزادی کوئی فریب یا التباس نہیں ہے تو اس کا زندگی کے حقائق سے کچھ نہ کچھ تعلق ہونا چاہئے۔ یہ بھی ایک بدیہی بات ہے کہ ہر ملک کے باشندوں کی طرح ہندوستان کے باشندوں کے لئے آزادی مختلف طبقات کے نزدیک مختلف مفہوم رکھتی ہے۔ لہٰذا ایک ہی پارٹی تمام طبقات کی آزادی کی حمایت نہیں کر سکتی۔ مختلف سیاسی جماعتوں کا وجود ناگزیر طور پر ضروری ہے۔ ایک پارٹی، ایک لیڈر اور ایک پروگرام کا نعرہ اسی مقصد سے متاثر ہے۔ کانگریس نے بھی یہی مسلک خود اختیار کر لیا ہے۔ یہ ایک خطرہ کی گھنٹی ہے۔ ملک کے سارے اخبارات ایک ہی پارٹی کے زیر اثر ہیں۔ اور دوسری جماعتوں کے خیالات اور ان سے متعلق خبروں کی اشاعت کو روک دیا گیا ہے۔ عوام کو یہ موقع حاصل نہیں ہے کہ دوسری جماعتوں کی نسبت ان کے پروگرام کے مطالعہ کے بعد کوئی رائے قائم کر سکیں۔ مثلاً گزشتہ ہفتہ شہر بمبئی میں ریڈیکل ڈیموکریٹک پارٹی کے متعدد جلسے منعقد ہوئے۔ ان جلسوں میں ان تحقیقات کی وضاحت کی گئی جن پر آئندہ انتخابات لڑے جائیں گے۔ ان جلسوں میں لوگ کافی تعداد میں شریک ہوئے۔ مگر اخبارات میں ایک لفظ بھی جلسوں کی نسبت شائع نہیں ہوا۔ دوسری جماعتوں سے متعلق خبروں اور اخبارات کے اخفا میں خطرناک حد تک شدت برتی جا رہی ہے۔ ریڈیکل ڈیموکریٹک پارٹی نے حق رائے دہی انتخابی مہم شروع کی۔ ایک مہینے کے اندر یہ سارے ملک میں پھیل گئی۔ یہ کوئی جماعتی مسئلہ نہیں ہے۔ پھر بھی اخبارات میں اس مہم کی نسبت ایک لفظ بھی شائع نہیں کیا گیا۔ اس طرح کا غیر سرکاری احتساب ایک خطرہ ہے۔ اخبارات پر اس طرح کا تسلط آزادی کی صحیح تکمیل میں حائل ہے۔

بقیہ صفحہ (۱۱)

مملکت ہفتہ وار

جلد ۵ ۱۵ آذر ۱۳۵۵ف نمبر ۲۷

فلسطین

۱۰ ستمبر کو صدر امریکہ مسٹر ٹرومن نے برطانوی وزیر اعظم مسٹر اٹیلی کے نام ایک مکتوب میں یہ خواہش کی کہ فلسطین میں ایک لاکھ یہودیوں کو توطن پذیری کی اجازت دی جائے۔ صدر امریکہ کی یہ خواہش برطانیہ کی حکمت پالیسی کے خلاف تھی۔ امریکہ کی اس دلچسپی اور وعدہ سے ناجائز فائدہ اٹھا کر یہودیوں نے فلسطین میں جبری داخلہ کی کوشش کی اور اپنے جارحانہ اقدام سے ایک ایسی نازک صورت حال پیدا کر دی کہ نہ صرف عرب بلکہ اسلامی ممالک میں بلکہ سارے مشرق میں ایک ہیجان برپا ہو گیا۔ اگر برطانیہ کی جانب سے یہ اعلان کر دیا جاتا کہ وہ اپنی حکمت پالیسی سے انحراف کرنے تیار نہیں ہے تو شاید ایسی نازک صورت حال پیدا نہ ہوتی۔

فلسطین کے مسائل میں امریکہ کی دلچسپی کی ایک وجہ تو وہ تیل کے چشمے ہیں جو مشرق وسطیٰ میں واقع ہیں اور دوسری وجہ ان دولت مند یہودیوں کی پس پردہ سرگرمیاں ہیں جو امریکہ میں آباد ہیں۔

یورپ کی جنگ شروع ہوتے ہی برطانیہ نے محسوس کیا کہ عربوں کو ناراض رکھنا مناسب نہیں جس وقت جنگ کے آثار پیدا ہو گئے تھے برطانیہ نے ایک کاغذ ابیض شائع کیا جس میں اعلان کیا گیا کہ پانچ سال کے دوران میں صرف ۷۵ ہزار یہودیوں کو فلسطین میں داخل ہونے کی اجازت دی جائے گی۔ فلسطین کی تقسیم سے متعلق اس تجویز پر برطانیہ نے سکوت اختیار کیا۔ برطانیہ کی اس روش سے مایوس ہو کر یہودیوں نے پریسیڈنٹ روزولٹ سے رجوع کیا۔ فلسطین کے مسائل سے امریکہ کو بھی اتنی ہی دلچسپی ہے جتنی کہ برطانیہ کو ہے کیونکہ اس رقبہ میں تیل کے چشمے امریکہ کے لئے بھی اتنے ہی جاذب نظر ہیں۔

۱۹۴۴ء کے آغاز پر جبکہ یہودیوں کی توطن پذیری کی وہ مدت ختم ہو رہی تھی جو برطانوی کاغذ ابیض میں مقرر تھی امریکہ میں صیہونی عناصر نے یہ کوشش شروع کر دی کہ امریکہ اپنے اثر سے فلسطین کے دروازے یہودیوں کے لئے کھلوا دے اور ان کی توطن پذیری کے لئے تمام سہولتیں فراہم کرے تاکہ اس سرزمین پر ایک یہودی مملکت قائم ہو سکے لیکن اس وقت امریکہ نے اس سلسلہ میں کوئی قدم اٹھانا اس لئے مناسب نہیں سمجھا کہ اس سے ساری جنگ پر مضر اثر پڑنے کا اندیشہ تھا۔ لیکن کچھ عرصہ کے بعد جب عام انتخابات کا زمانہ قریب آ گیا صیہونی تحریک کے لئے امریکہ میں فضاء پھر سازگار ہو گئی۔ ہر جماعت جو انتخابات لڑ رہی تھی یہودیوں کے ووٹ کو نظر انداز کرنا نہیں چاہتی تھی۔ اس طرح صیہونی تحریک کو پھر تازگی حاصل ہو گئی اور یہودیوں نے اس صورت حال سے حتی الامکان فائدہ اٹھایا مگر ان کی کوششیں بین الاقوامی صورت حال کے مد نظر پوری طرح کامیاب نہ ہو سکیں۔

مشرق وسطیٰ کے مسائل نے اس زمانہ میں اتنی اہمیت حاصل کر لی تھی کہ یالٹا کانفرنس کے بعد چرچل اور روزولٹ کا عرب قائدین سے ملاقات کرنا ناگزیر ہو گیا۔ روزولٹ اور ابن سعود کی ملاقات سے متعلق مختلف واقعات بیان کئے جاتے ہیں۔ مگر ایک بات بہ یقینی معلوم ہوتی ہے کہ پریسیڈنٹ روزولٹ نے ابن سعود کو یقین دلانے کی کوشش کی کہ عرب اور یہودیوں کا مسئلہ بہت سنگین ہو گیا ہے اور اس کا حل جس قدر جلد دریافت کیا جائے بہتر ہے۔ اس امر کی جانب بھی شاید اشارہ کیا گیا کہ خود عرب ہی اس کا کوئی حل پیش کریں تو اس کا خیر مقدم کیا جائے گا۔

یالٹا کانفرنس کے بعد ہی قاہرہ کانفرنس منعقد ہوئی۔ اس کے کچھ عرصہ کے بعد عرب لیگ وجود میں آئی۔ عرب لیگ کے قیام کی ایک عرصہ سے کوشش کی جا رہی تھی۔ ۱۹۴۳ء میں برطانیہ عظمیٰ کے وزیر خارجہ مسٹر ایڈن نے وضاحت کی کہ عرب لیگ کا وہ خیر مقدم کرتے ہیں۔ ہر بڑی طاقت کی یہ کوشش رہی ہے کہ عربوں کو اپنے مفاد کے لئے آلہ کار بنائیں۔ لیکن آزادیٔ عرب کی تحریک کی تیز رفتاری کو اب روکنا مشکل تھا۔ شام اور لبنان کے واقعات اس کا ثبوت ہیں۔ عرب لیگ کی تشکیل کے وقت برطانیہ کی وزارت خارجہ کی یہ کوشش تھی کہ اس سلسلہ میں اسکندریہ میں جو کانفرنس منعقد ہونے والی تھی اس میں فلسطین کو کسی طرح شریک نہ ہونے دیا جائے۔ عرب لیگ میں ابن سعود کی شرکت سے یہ بات واضح ہو رہی تھی کہ فلسطین میں یہودیوں کے داخلے سے متعلق عربوں کا نقطہ نظر کیا ہے۔ عرب یہ سمجھ رہے تھے کہ اسکندریہ کی کانفرنس میں فلسطین کی شرکت کے بغیر کوئی کانفرنس نہ کامیاب اور نہ نمائندہ ہی ہو سکتی ہے۔ بالآخر یہ طے پایا کہ فلسطین کے نمائندوں کو حق رائے رکھنے والے رکن کی حیثیت سے نہیں بلکہ صرف ایک ناظر کی حیثیت سے شرکت کا موقع دیا جائے۔ اسکندریہ کی کانفرنس میں فلسطین کے نمائندے موسیٰ بے العلمی تھے — جن کو فلسطین کی تمام جماعتوں نے متفقہ طور پر نمائندہ منتخب کیا تھا — انہوں نے ایک مدلل تقریر میں مطالبہ کیا کہ فلسطین کے نمائندوں کو بھی عرب لیگ کے تمام حقوق دئے جائیں۔ تمام مخالفانہ کوششوں کے باوجود فلسطین کو عرب برادری میں اس کی مستحقہ جگہ مل گئی۔ عرب لیگ نے انگلستان کو ایک یادداشت روانہ کی جس میں یہ مطالبہ کیا گیا کہ فلسطین میں یہودیوں کے داخلے سے متعلق ۱۹۳۹ء کے کاغذ ابیض میں جو اعلان کیا گیا تھا اس کو برقرار رکھا جائے اور فلسطین کی آزادی کی حمایت کی جائے۔

عربوں نے اس بات کو محسوس کر لیا کہ صیہونی عناصر انگلستان کو امریکہ کے ذریعہ مجبور کر رہے ہیں کہ یہودی توطن پذیری سے متعلق انگلستان اپنے وعدوں سے انحراف کرے۔ عرب لیگ فلسطین میں یہودیوں کے داخلہ اور یہودی مملکت کے قیام کی سخت مخالف ہے۔ عرب لیگ میں عیسائی اور مسلمان دونوں شامل ہیں اور فلسطین کے مسئلہ پر دونوں متفق الخیال ہیں۔ چنانچہ "ڈیلی ٹیلیگراف" لندن نے ایک عیسائی عرب جمیل بستانی کا — جو عربوں کے کارکن وفد کے صدر کی حیثیت سے لندن آئے ہیں — ایک مکتوب شائع کیا ہے جس میں وہ تحریر کرتے ہیں کہ:

"فلسطین کی اکثریت کی رضامندی کے بغیر نیز اس وعدہ کی خلاف ورزی کرکے جو ملک معظم کی حکومت نے ۱۹۳۹ء میں عربوں سے کیا تھا ایک عرب ملک میں اغیار کو جبراً بسانے

سے یقیناً تمام عرب ممالک میں برطانوی مفادات خطرے میں پڑ جائیں گے اور تمام عرب بھی برطانیہ سے ناراض ہو جائیں گے۔ نہ رہ جائے گا اور اس کے ساتھ ان یہودیوں کے لئے بھی خطرہ پیدا ہو جائے گا جو ان عرب ممالک میں خوش حال زندگی بسر کر رہے ہیں۔ اس کے علاوہ تیس کروڑ مسلمانوں کی طرف سے بھی مخالفت ہوگی۔

اس کے علاوہ [illegible] کے عراقی وزیر نے [illegible] ایک تار روانہ کیا ہے جس میں ان سے یہ خواہش کی گئی ہے کہ وہ عرب آزادی کی تائید میں مداخلت کریں۔ تار میں یہ بھی بیان کیا گیا ہے کہ یہ حیثیت عراقی عربوں کے لئے بھی اب [illegible] آئندہ ایک خطرہ ثابت ہوگی۔ بہر حال فلسطین میں یہودی ریاست کی [illegible] پذیری اور یہودی حکومت کے قیام کے خلاف فلسطین کے مسلمان اور نصرانی عرب متحد ہو گئے ہیں۔

حالیہ اطلاعات سے ظاہر ہوتا ہے کہ فلسطین کے مسئلہ پر برطانیہ اور امریکہ کے مابین گفتگو شروع ہونے والی ہے۔ برطانوی وزیر خارجہ مسٹر ارنسٹ بیون عربوں اور یہودیوں کے لیڈروں سے ملاقات کر رہے ہیں۔

عرب لیگ کے سکریٹری جنرل عزام بے نے مسٹر بیون سے ملاقات کی۔ دوران ملاقات میں فلسطین اور مشرق وسطیٰ کے مسائل زیر بحث رہے۔ اگر ان گفتگو کا نتیجہ تشفی بخش برآمد نہ ہوا تو اس سے نہ صرف عرب ممالک بلکہ سارے مشرق میں ہیجان برپا ہو جائے گا اور حالات خطرناک صورت اختیار کر لیں گے۔ سر ظفر اللہ خاں نے جو فلسطین کا دورہ کر کے اور حالات کا بچشم خود مشاہدہ کر کے واپس آ رہے ہیں ایک صحافتی بیان میں کہا ہے کہ فلسطین کی نازک حالت کو مبالغہ آمیزی کا رنگ نہیں دیا جا سکتا۔ حالات بہت نازک ہو گئے ہیں۔ ایک آزاد فلسطین ہی ان نازک مسائل کو حل کر سکتا ہے۔

دنیا کی غذائی صورت حال نازک ہو رہی ہے

امریکی عہدداروں کا بیان

امریکہ کے بیرونی زرعی تعلقات کے دفتر نے جو واشنگٹن میں واقع ہے ابھی حال میں دنیا کی غذائی صورت حال کی تفصیلی پیمائش کا کام ختم کیا ہے۔ اس کی رپورٹ میں بتایا گیا ہے کہ دنیا کی غذائی پیداوار کی سطح تقریباً دو فیصد کم ہو گئی ہے۔ رپورٹ میں وضاحت کی گئی ہے کہ جرمنی آسٹریا اور دوسرے خسارہ والے ممالک میں [illegible] ہیں ان میں [illegible] زیادہ غذا کی ضرورت ہوگی۔ جاپان اور دوسرے جنگلاتی رقبوں کی پیداوار اوسط سے کم ہے۔

برطانیہ کینیڈا اور امریکہ کے نمائندوں نے اپنے ایک بیان میں جو [illegible] میں جاری ہوا تھا بتلایا تھا کہ اقوام متحدہ کو [illegible] میں نہ صرف اغذیہ کی ایک بڑی مقدار درکار ہوگی بلکہ ایسے اہم مسائل کی بھی جن کا [illegible] میں تعلق تھا۔ اس بیان میں واضح کیا گیا تھا کہ [illegible] میں بھی اس مسئلہ سے دوچار ہونا پڑے گا۔

امریکہ کے محکمہ زراعت نے دنیا کی غذائی صورت حال کی پیمائش کے نتائج کو اکتوبر [illegible] میں شائع کیا ہے۔ محکمہ مذکور جس نتیجہ پر پہنچا ہے وہ یہ ہے کہ آنے والے سال میں غذائی صورت حال زیادہ نازک ہو جائے گی۔ چین میں [illegible] لاکھ ٹن گیہوں اور چاول کی کمی ہوگی۔ ہندوستان میں بھی اگر موسم کی خرابی کی وجہ سے چاول کی فصلیں اندازے سے پیچھے رہ جائیں تو اسی قدر کمی واقع ہوگی۔ فلپائن سیلون اور شرق الہند کو بھی اغذیہ کی درآمد کرنی ہوگی۔

یورپ کی غذائی صورت حال بہت سنگین ہے۔ دوران جنگ کی سطح سے راشن بندی کو قائم رکھنے اور امراض کے انسداد کے لئے یورپ کے رقبہ میں بشمول سوویٹ یونین تقریباً ایک کروڑ [illegible] لاکھ ٹن اغذیہ کی کمی ہوگی۔

دوسرے علاقوں کے مقابلہ میں یورپ میں غذا کی پیداوار کی زیادہ کمی واقع ہوئی ہے۔ برطانیہ کو جو عام طور پر زیادہ اغذیہ درآمد کرتا ہے اس سال دوران جنگ کی سطح کو برقرار رکھنے کے لئے [illegible] لاکھ ٹن اغذیہ کی ضرورت ہوگی حالانکہ اغذیہ کی پیداوار ماقبل جنگ سطح سے زیادہ اونچی ہے۔

پریم چند سوسائٹی

مسٹر [illegible] گپتا قابل مبارکباد ہیں کہ انہوں نے منشی پریم چند کی یادگار میں ایک ایسے ادارہ کی بنا ڈالی ہے جس کا مقصد ہندی اور اردو ادیبوں کو ایک دوسرے سے قریب کرنا اور اردو ادب کو ہندی میں اور ہندی ادب کو اردو میں منتقل کرنا ہے۔ اس میں کوئی شک نہیں کہ منشی پریم چند صرف ایک اچھے ادیب تھے بلکہ ادب برائے زندگی و [illegible] کا عملی پیکر بھی تھے۔ جیسا کہ پریم چند سوسائٹی کے افتتاح کے موقع پر قاضی عبد الغفار صاحب نے اپنے فاضلانہ خطبہ میں بتلایا ہے موجودہ ترقی پسند ادب کی ابتدا منشی پریم چند کے افسانوں سے ہوتی ہے۔ پریم چند کے نزدیک وہی ادب ترقی پسند کہلانے کا مستحق تھا جو اپنے اندر کوئی افادی پہلو رکھتا ہو اور جس کا مطالعہ عوام کی زندگیوں کو سنوارنے کا اثر رکھے جیسا کہ خود منشی پریم چند کی ادبی زندگی سے ظاہر ہوتا ہے۔ اردو زبان صرف مسلمانوں کی زبان نہیں ہے پروفیسر کرشن چندر نے ترقی پسند مصنفین کی کانفرنس میں اپنے خطبہ صدارت میں اس حقیقت کو پوری قوت کے ساتھ پیش کرنے کی کوشش کی ہے کہ اردو کو مسلمانوں کی زبان قرار دینا اردو زبان کے مسئلہ کو فرقہ داری رنگ چڑھانا ہندو ادیبوں کی توہین کرنا ہے آپ نے فرمایا کہ اس بات کو کوئی جھٹلا نہیں سکتا کہ ہندوؤں نے اور اس ملک کی دوسری قوموں نے بھی اردو کی اشاعت میں اسے پھیلانے بڑھانے میں اور اپنانے میں ایک معتد بہ حصہ لیا ہے۔

پس پریم چند سوسائٹی کا قیام ہندی اور اردو ادیبوں کے لئے ایک دعوت عمل ہے کہ وہ اپنی صفوں کو درست کریں ایک دوسرے سے قریب آ جائیں اور ایک کل ہند قومی زبان کو فروغ دینے اور اس کی مقبولیت میں اضافہ کرنے میں کوئی دقیقہ اٹھا نہ رکھیں۔ مسٹر سروجنی نائیڈو نے بالکل صحیح کہا کہ حیدرآباد سے زیادہ موزوں اس تحریک کی ابتدا کے لئے ہندوستان بھر میں کوئی مقام نہیں ہو سکتا کیونکہ حیدرآباد سارے ہندوستان میں ایک مشترکہ تہذیب کا گہوارہ اور ہندوستانی زبان کی ترقی کا مرکز بنا ہوا ہے۔ ہمیں توقع ہے کہ پریم چند سوسائٹی ایک کل ہند ادارہ بن کر رہے گی اور اس طرح حیدرآباد کی موجودہ مرکزیت کو تقویت پہنچے گی۔

عرب لیگ کی تشکیل اور اس کا تاریخی پس منظر

از

عبدالرحمٰن صدیقی ایڈیٹر مارننگ نیوز

(۱)

وفاق عرب یا عرب کا تقدیشن کے تصور کو میں اس وقت سے ناپسند کرتا رہا ہوں جبکہ ۱۹۱۶ء کی جنگ کے بعد تھامس لارنس نے اس تصور کو پہلے پہل پیش کیا تھا۔ اس جنگ میں عربوں کی بغاوت نے دنیائے اسلام میں بدمزگی پیدا کر دی تھی۔ شریف حسین نے اپنے آپ کو انگریزوں کے ہاتھ فروخت کر دیا تھا۔ اور انگریزوں نے وعدہ کیا تھا کہ اس کو نہ صرف ملک العرب بلکہ خلیفۃ المسلمین بنا دیا جائے گا۔ اتحاد عرب پیدا کرنے کی اس اسکیم میں یہ تصفیہ کیا گیا کہ تمام عرب ممالک میں شریف کے بیٹوں کے لئے مختلف ریاستیں تشکیل دی جائیں۔ اور شریف حسین کو شہنشاہ بنا دیا جائے۔ لبنان اور فلسطین کو فرانس اور برطانیہ کے حوالے کر کے فیصل کو شام کا بادشاہ بنا دیا گیا۔ فیصل کے بڑے بھائی عبداللہ کو دریائے جورڈان کے مشرقی علاقہ کا امیر بنا دیا گیا اس علاقہ میں برطانوی فوج تعینات کر کے اس کا نام ماورائے جورڈان رکھا گیا۔ حسین کا سب سے چھوٹا بیٹا حجاز کا ولی عہد قرار پایا۔ لارنس نے وفاق کا جو تصور پیش کیا تھا وہ ایک خاندانی معاملہ تھا اور خود لارنس اس کا مشیر قرار پایا۔

بہرحال فرانس نے یہ محسوس کیا کہ دمشق کے تخت پر ایسے بادشاہ کا وجود جو برطانیہ کا دوست ہو فرانس کے مفادات کے لئے مفید نہیں۔ بس بغیر کسی افسوس کے فرانس نے فیصل کو شام سے نکل جانے کا حکم دیا۔ فرانس کی اس روش نے برطانیہ کو ایک بے ڈھب مشکل میں ڈال دیا۔ فیصل کے لئے کسی نہ کسی تخت کا انتظام ضروری تھا ورنہ دنیائے عرب اور بحر احمر کے ساحلوں پر برطانیہ کے تسلط کا خواب شرمندہ تعبیر نہ ہوتا۔ ایک متبادل صورت عراق میں نظر آئی۔ یہاں برطانیہ کے ہاتھ میں طالب پاشا نقیب ایک کٹھ پتلی کی حیثیت سے موجود تھا۔ جس سے برطانیہ نے یہ وعدہ کیا تھا کہ ترکوں کے خلاف اس نے جو خدمات انجام دی ہیں اس کے صلہ میں اس کو ہارون الرشید کا تخت بغداد میں دیا جائے گا۔ طالب پاشا نقیب کا تعلق حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے جانشینوں سے تھا۔ یہاں کے سنی اور شیعوں پر اس کا گہرا اثر تھا۔ اس کے برخلاف فیصل ایک اجنبی سمجھا جاتا تھا۔ طالب پاشا کی طمع زرگی سے جنگ بھی برپا ہونے کا اندیشہ تھا اور اس سے کچھ ضرورتی تھا۔ طالب پاشا کو برطانوی ہائی کمشنر کی چائے کی دعوت پر مدعو کیا اور جب وہ دعوت سے واپس ہونے لگا تو اس کو ایک فوجی موٹر میں بٹھا کر محافظ کے ساتھ بصرہ کی طرف روانہ کر دیا گیا اور یہاں سے ایک برطانوی جہاز پر اس کو سیلون بھیج دیا گیا اور اس وقت تک اسے وہیں رکھا گیا جب تک کہ فیصل کو عراق کے تخت پر بٹھا نہیں دیا گیا۔ لارنس نے وفاق عرب کا جو تصور پیش کیا تھا اور جسے برطانوی وزارت خارجہ کی پوری تائید حاصل تھی اس کی پوری داستان بہت شرمناک تھی۔ مسلمانوں نے اس کو ناپسند کیا اور عربوں کو اس سے نفرت تھی۔ بالآخر لارنس مایوس ہو کر اس دنیا سے رخصت ہوا۔

مشرق وسطیٰ میں فرانس اور برطانیہ کی رقابتوں اور دوران جنگ میں ان کی ابتدائی ناکامیوں کا نتیجہ یہ تھا کہ ایک طرف بغاوتیں ہو رہی تھیں۔ اور دوسری طرف بے رحمی سے ان بغاوتوں کو کچلا جا رہا تھا۔ ان حالات نے لوگوں کو بدحال بنا دیا تھا اور وہ حصول آزادی سے مایوس ہو چکے تھے۔ امیر فیصل کی ملازمت کے ایک اہم ممبر نے جو فیصل اور لارنس کے مابین رابطہ قائم رکھنے کے لئے مقرر ہوا تھا راقم الحروف سے بیان کیا تھا کہ بغاوت میں ہماری شرکت اس وجہ سے نہیں ہوئی تھی کہ ترکی شہری کی حیثیت سے ہمیں جو آزادی حاصل تھی برطانیہ اور فرانس کی غلامی سے بدل لیں۔ یہ شخص اور اس کے انقلاب پسند ساتھیوں نے اس وقت جبکہ وہ مونٹ پیلر اور پیرس میں طالب علم تھے یہ کوشش کر رہے تھے کہ آسٹریا ہنگری کی طرح ترکی اور عرب کے لئے مشترکہ بادشاہت قائم کی جائے۔ ان کی خواہش تھی کہ دو پارلیمنٹ قائم ہوں اور سلطنت کے دو حصوں میں ترکی اور عربی زبانیں رائج ہوں۔ [illegible] بغاوت میں انھوں نے محسوس کیا کہ انہیں زیادہ آزادی ملے گی اور اس کے حصول کے لئے وہ سرگرم عمل ہو گئے۔ ان کے حاشیہ خیال میں بھی یہ بات نہ تھی کہ شریف ایک پناہ گزین کی حیثیت سے قبرص میں مر جائے گا

یا کہ سب کو عبداللہ کی حفاظت میں جانا پڑے گا۔ اور جورڈان فلسطین لبنان شام اور عراق کے علاقے اور برطانیہ کی نوآبادیات کا جزو بن جائیں گے۔ یہ تذلیل اور بھی ناقابل برداشت ہو گئی جبکہ فلسطین کو یہودی سلطنت بنانے کا خیال پیش کیا گیا۔ یہ ایک آلود منظر تھا جو عرب ممالک کے سیاسی

۱۹۳۹ء میں اعلان جنگ اور دنیا کی

میں جرمن فوجوں کی بے روک پیش قدمی نے ایک صورت حال پیدا کر دی تھی جس کی مثال دنیا پر یورپین اقوام کے تسلط کے زمانہ سے اب تک نہیں ملتی۔ فرانس جرمنی نے روند دیا تھا۔ ولندیزی حکومت ترک وطن لندن آ چکی تھی اور اس کی سلطنت انڈونیشیا کو جاپان ہضم کر چکا تھا۔ ملایا اور برما برطانیہ کے ہاتھ سے جا چکا تھا۔ اور ہندوستان میں برطانیہ کے اقتدار کو سے خطرہ پیدا ہو رہا تھا۔ مصر جو برطانوی اور امریکی مدافعت کا مرکزی نقطہ تھا خطرہ میں گھر رہا تھا نے کریٹ کے شمالی حصہ پر قبضہ کر لیا تھا اور اس مشرق میں اس قدر گھس آئے تھے کہ اسکندریہ پہنچ ہونے جا سکتے تھے۔ اگر جرمن قفقاز کو عبور کر لیتے گرد نواح میں ان کی پیش قدمی روک دی جاتی واشنگٹن کو جو خطرہ محسوس کر رہے ہیں وہ اور جرمنی کا متوازی اقدام یہ تکمیل کو پہنچ جاتا۔ ہندوستان اور نیز مشرق وسطیٰ کو دو طرف سے خطرہ لاحق ہوتا۔ روس اور ہندوستان سے والے ایسے ہوتے جو رگ حیات کی حیثیت رکھتے تھے اور جرمنی کے قائدین جنگ مشرق اور مغرب پر اپنا تسلط قائم کر دیتے۔ یہ مصیبت نازل تو نہیں ہوئی لیکن کی وزارت خارجہ میں پالیسی تشکیل دینے والوں پر گہرا اثر پڑا۔

مسٹر انتھونی ایڈن برطانوی وزیر خارجہ نے ۱۹۱۶ء کی جنگ میں [illegible] کے ساتھ مشرق وسطیٰ اور مشرق قریب کا تجربہ تھا اور عرب بغاوت کا حسین کو چلانے کے دے چکے تھے۔ مسٹر ایڈن وفاق عرب پر غور لگے۔ ان کے بہت سے پرانے رفقاء چل بسے تھے اور چند ہی ایسے باقی رہ گئے تھے۔ لارنس قدیم اسکیم کے دے سکتے تھے۔ ماورائے جورڈان کے عبداللہ موجود تھے اور اسی طرح بغداد کے نوری پاشا سعید بھی۔ اگرچہ یہ دونوں بڑی اہمیت کے حامل تھے تاہم مصر کو ساتھ لئے بغیر اس اسکیم کو آگے بڑھانا دشوار تھا۔ اب یہ بات ممکن ہو گئی تھی کیونکہ مصر کے وزیر اعظم علی ماہر پاشا ملک بدر کئے جا چکے تھے اور مصطفیٰ نحاس پاشا ان کی جگہ لے چکے تھے۔ نحاس پاشا وفد پارٹی کے لیڈر تھے لیکن ان سے توقع کی جا کہ وہ اس اسکیم کو آگے بڑھانے کے لئے عبداللہ اور نوری سعید سے اشتراک عمل کریں گے اور جنگ

ہندوستانی ریاستوں میں طبی امداد کی سہولتیں

حالیہ سالوں میں ہندوستانی ریاستوں نے طبی امداد کے میدان میں بہت ترقی کی ہے۔ متعدد ریاستوں میں طبی امداد کے مصارف میں بتدریج اضافہ ہوتا جا رہا ہے۔ مثلاً پچھلے چند سالوں میں جو گزرے ہیں ان مصارف میں ٹراونکور میں ۳۰۰ فی صد بڑودا میں ۵۰ فیصد اور حیدرآباد میں ۷۰ فیصد اضافہ ہوا۔ ہسپتالوں، دواخانوں، دق کی صحت گاہوں، جذام کے شفاخانوں، مراکز بہبودی اطفال و زچگان اور سفری دواخانوں کی تعداد کافی بڑھ گئی ہے۔ اس وقت کوچین میں ہر ۱۰ مربع میل کے لئے کپورتھلہ میں ہر ۳۰ مربع میل کے لئے ٹراونکور میں ہر ۴۲ مربع میل کے لئے رامپور میں ہر ۴۷ مربع میل کے لئے اور اندور میں ہر ۵۰ مربع میل کے لئے ایک ہسپتال موجود ہے۔ ہندوستانی ریاستوں میں اوسطاً ہر ۲۰ باشندوں کے لئے ایک دواخانہ ہے۔ ان دواخانوں میں غریب اور امیر سب کو مفت دوائیں دی جاتی ہیں۔

اکثر ریاستوں کے باشندے علاج کے جدید العصر سائنٹفک طریقوں سے فائدہ اٹھاتے ہیں جو کہ برطانوی ہند میں چند بڑے شہروں کے سوا کہیں اور دستیاب نہیں ہو سکتے ہیں۔ مثلاً پٹیالہ میں ایک لاشعاعی ادارہ ہے جو جدید ترین ساز و سامان سے لیس ہونے کے علاوہ دنیا میں اپنی نوعیت کا پانچواں بہترین ادارہ ہے۔ راجکوٹ میں جو ۲۸۲ مربع میل کے رقبہ کی ایک چھوٹی سی ریاست ہے ایسا ہسپتال ہے جو لاشعاعی، ماوراء بنفشی اور برقی علاج کے جدید آلات سے لیس ہے۔ بیشتر چھوٹی ریاستوں میں بھی متعدد ہسپتالوں میں [illegible] موجود ہیں۔

دق کی صحت گاہیں

ہندوستانی ریاستوں میں دق کے انسداد کے لئے باقاعدہ منظم کوششیں کی جا رہی ہیں۔ متعدد ریاستوں میں دق کے خاص شفاخانے قائم ہیں۔ کشمیر، میسور اور ناگر کی دق کی صحت گاہوں کا ہندوستان کی بہترین صحت گاہوں میں شمار ہوتا ہے۔ پالیتانہ اور میرج جیسی چھوٹی ریاستوں میں بھی ایسی صحت گاہیں قائم ہیں۔

ہندوستانی ریاستوں میں طبی امداد کی ایک نمایاں خصوصیت دماغی امراض کے شفاخانے ہیں۔ ان شفاخانوں میں سب سے زیادہ اہم میسور اور حیدرآباد کے ہسپتال ہیں۔ حکومت حیدرآباد نے حال ہی میں شفاخانہ امراض دماغی کی ایک جدید عمارت کی تعمیر کے لئے ۴ لاکھ روپے منظور کئے ہیں۔ میسور کے شفاخانہ امراض دماغی کے متعلق امریکہ کے پروفیسر ہارلو نے کہا تھا کہ [illegible] امریکہ کی اکثر ریاستیں اس نوعیت کے شفاخانہ امراض دماغی سے محروم ہیں۔

انسداد مرض جذام کی تدابیر

ہندوستان میں جذام ایک عام مرض ہے۔ متعدد ہندوستانی ریاستوں میں اس کا کامیابی کے ساتھ علاج کیا جا رہا ہے۔ اکثر ریاستوں میں جذام کے ہسپتال، کلینک اور صحت گاہیں قائم کی گئی ہیں۔ جذامیوں کو عوام سے علیحدہ رکھنے کے لئے خاص تدابیر اختیار کی گئی ہیں۔ کئی ریاستوں نے اپنے ڈاکٹر کو کلکتہ میں سکول آف ٹراپیکل میڈیسن میں جذام کے علاج کی اختصاصی تربیت حاصل کرنے کے لئے بھیجا۔ اس کے نتائج نہایت حوصلہ افزا ہے اور اس مرض کی اشاعت میں بڑی حد تک کمی ہو گئی ہے۔ مثال کے طور پر چند ریاستوں کا ذکر کیا جاتا ہے۔ مایور بھنج نے جذام کی انسداد کی تدابیر میں بڑی دلچسپی لی ہے اور جذامیوں کے علاج کے لئے ایک اعلیٰ درجہ کا ادارہ قائم کیا ہے۔ ۱۹۳۰ء میں برٹش امپیریل لپرسی ایسوسی ایشن کی ایماء سے ریاست بڑودا کے مختلف حصوں میں جذامیوں کا سروے کیا گیا۔ جونا گڈھ، میسور، پنجاب، چمبا اور مغربی ہندوستان کی تقریباً تمام ریاستوں میں جدید ساز و سامان سے لیس جذام کی صحت گاہیں قائم ہیں۔

بہبودی اطفال و زچگان

بہبودی اطفال و زچگان کے معاملہ میں ہندوستانی ریاستیں قانونی حیثیت سے پیش پیش ہیں۔ ان ۴۰ ریاستوں میں سے جن کے حکمران ایوان روساء کے رکن ہیں شاید ہی کوئی ایسی ریاست ہو جہاں ایسے مراکز قائم نہیں ہیں۔ ان مراکز کی نگرانی اور اہل خاتون ڈاکٹروں کے ذمہ ہے۔ خصوصی معائنہ کنندگان صحت شہروں اور مواضعات کا دورہ کرتی اور ماؤں کو بچوں کی پرورش اور دیکھ بھال کے بارے میں مشورے دیتی ہیں۔ کوچ بہار کی طرح بعض ریاستوں میں زچاؤں کو دیہی علاقوں سے ہسپتال تک پہنچانے کے لئے طبی موٹر کی سہولتیں قائم کی ہیں۔ جونا گڈھ نے کئی مراکز بہبودی اطفال کھولے ہیں جہاں بچوں کو جو ناقص غذا سے متاثر ہوں مفت دودھ اور پھل مفت دیا جاتا ہے۔

متعدد ریاستوں میں عورتوں کے لئے علیحدہ دواخانے ہیں۔ کشمیر میں تین نسوانی ہسپتال ہیں ۱۹۳۲ء کے دوران میں ڈیڑھ لاکھ مریضوں کا علاج کیا گیا۔ اندور کا زنانہ ہسپتال ایک وسیع عمارت میں قائم ہے جس کے اطراف ایک کشادہ احاطہ ہے۔ اس ہسپتال میں پانچ عام وارڈ، دو خانگی وارڈ اور زچاؤں کا ایک وارڈ ہے۔ رام پور کے صدر زنانہ ہسپتال میں سالانہ اوسطاً ۵ ہزار مریضوں کا علاج کیا جاتا ہے۔

متعدد ریاستوں میں دائیوں، خاتون معائنہ کنندگان صحت اور نرسوں کی تربیت کے لئے خصوصی انتظامات موجود ہیں۔ اندور کی نرسوں اور دائیوں کی انجمن کو ۱۹۳۲ء میں ریاست کی طرف سے [illegible] ہزار روپیہ کی رقمی امداد ملی۔ دائیوں کی تربیت کے لئے بھوپال میں جماعتیں منعقد ہوتی ہیں۔ ناونگر میں "نرسنگ ایسوسی ایشن" صوبہ بمبئی کی "نرسنگ ایسوسی ایشن" کے امتحان کے لئے نرسوں کو تیار کرتی ہے۔ کوچ بہار میں ۱۹۳۰ء میں دائیوں کی تربیت کے لئے ایک مرکز قائم کیا گیا تھا۔ یہ نہایت کامیاب ثابت ہوا۔ اور اب بیرون اضلاع اور تحصیلات کے تمام مراکز پر تربیت یافتہ دائیاں موجود ہیں۔

صحت کا پروپگنڈہ

کہا جاتا ہے کہ حفظ ماتقدم علاج سے بہتر ہے۔ اکثر ہندوستانی ریاستوں نے اس مقولہ پر عمل کیا اور عوام کو امراض کی روک تھام کے جدید طریقوں سے واقف کرانے کے لئے خاص ادارے قائم کئے ہیں۔ صحت کا پروپگنڈہ فلموں، لکچروں، نمائشوں اور ورقیوں کے ذریعہ کیا جاتا ہے۔ مایور بھنج میں امراض کی روک تھام کا محکمہ قائم ہے۔ کوچ بہار میں صحت عامہ سے متعلق مشاورتی مجلس موجود ہے۔ تین سال پہلے کشمیر کے سررشتہ صحت عامہ نے ملیریا کی اشاعت پر قابو حاصل کرنے کے لئے ایک باقاعدہ مہم شروع کی۔ طبی عملہ کی جماعتوں نے دیہی اسکولوں کے ساتھ متاثرہ علاقوں کا دورہ کیا اور دیہاتیوں کے آگے ملیریا کے انسداد کی تدابیر کا عملی مظاہرہ کیا۔ اس کے نتائج اطمینان بخش رہے۔ حیدرآباد میں طبی انسداد ملیریا کی مہم شدت کے ساتھ جاری ہے اور اس خطرہ کا مقابلہ کرنے کے لئے ایک علیحدہ شعبہ قائم کیا گیا۔ ایدار جیسی چھوٹی ریاستوں میں بھی ملیریا کی روک تھام کے لئے متعدد تدبیریں عمل میں لائی گئی ہیں جن میں ٹھہرے ہوئے پانی کے تالابوں میں مچھر مار دواؤں کا چھڑکاؤ، گندے پانی کی نکاسی کے لئے مناسب انتظام، مکانات میں مچھروں کی نشو و نما کے مقامات کی صفائی اور کونین کی مفت اور فیاضانہ تقسیم شامل ہے۔ بڑودہ کی طرح ریاستوں نے دیہاتیوں میں مچھر دان مفت تقسیم کئے ہیں۔

علاج کے دیسی طریقوں کی ہمت افزائی

علاج کے دیسی طریقوں کی ہمت افزائی کے سلسلہ میں ہندوستانی ریاستوں نے یونانی اور آیورویدک دواؤں کی سرپرستی کی ہے۔ گوالیار میں آیورویدک اور یونانی دواخانوں کا ایک وسیع جال

(بقیہ ملاحظہ صفحہ ۲۱)

سیاسی نمک پارے

از

کشاف

بلا تنقید

ہندوستان کے آئندہ دستور کے بارے میں اس قسم کی کھچڑی بہت دنوں سے پکائی جا رہی ہے۔ اس کا خاکہ اصل میں پروفیسر کوپ لینڈ نے تیار کیا ہے۔ یہ صاحب کرپس کے زمانہ میں سکریٹری بن کر ہندوستان آئے تھے۔ وزیر ہند کے دفتر میں ان کی بڑی آؤ بھگت ہوتی ہے۔ فلسطین کا دستور بھی انہی کا تیار کیا ہوا ہے اور عام خیال یہ ہے کہ غلام ملکوں کا دستور بنانے میں انہیں بڑی مہارت ہے۔ (پی سی جوشی)

بمبئی کے سابق وزیر اعظم مسٹر بی جی کھیر خبر رساں ایجنسیوں پر اس بات سے برہم ہیں کہ انھوں نے بمبئی کے حالیہ فسادات کو فرقہ وارانہ فسادات کہا ہے۔ مسٹر کھیر اور ان کے کانگریسی رفقائے کار چاہتے ہیں کہ ان فسادات کو محض غنڈوں کی ہنگامہ خیزی سے تعبیر کیا جائے۔ (ڈیلی خبر)

مگر جب چند ہفتے قبل کمیونسٹ پارٹی کے ارکان اور خواتین پر بمبئی میں بے رحمانہ حملے کئے گئے تھے تو کانگریسی اخبارات یہ باور کرانے کی کوشش کر رہے تھے کہ یہ غنڈوں کا کام نہیں تھا بلکہ محب وطن افراد کمیونسٹوں کے خلاف اپنے غصہ کا اظہار کر رہے تھے۔

بچ:- جو چاہے آپ کی چشم کرشمہ ساز کرے!

اخبارات میں خبر شائع ہوئی ہے کہ:-

گاندھی جی نے بمبئی کے جلسے میں پنڈت سکھی ناتھ راؤ ویدیہ کے حیدرآباد کی اعلانات کو فاسسٹی کہتے ہوئے کہا کہ اس کو ایک منٹ کے لئے قبول نہیں کر سکتے۔

پنڈت کاشی ناتھ راؤ ویدیہ مرہٹہ زادہ کے ترجمان کب سے بن گئے؟ کیا آپ راجہ پنالال

ہندی کے اب مشیر قانونی باقی نہیں رہے؟

اسی جلسہ میں مسٹر سراج الحسن ترمذی نے فرمایا کہ رعایا کو بد دل کر کے حکومت نہیں کی جا سکتی۔ ضرورت اس امر کی ہے کہ یہاں کے باشندوں کا دل ہاتھ میں لیا جائے۔

ہم صرف یہ معلوم کرنا چاہتے ہیں کہ مسٹر ترمذی بد دل کیوں ہو گئے ہیں۔ اور وہ یہاں کے باشندے کب سے بن گئے؟

انجمن ترقی پسند مصنفین جلد سے جلد ایک احتسابی مجلس قائم کرے جو نام نہاد ترقی پسند نظم و نثر کا جائزہ لیتی رہے۔ (ڈاکٹر زور)

نظم و نثر کا جائزہ لینے سے پہلے اس مجلس کو ان افراد کی فہرست پہلے تیار کر لینی چاہئے جو کسی کتاب کے مصنف تو نہیں مگر مقامی ترقی پسند مصنفین کی انجمن میں شریک ہیں اور اپنے سوا باقی سب کو رجعت پسند تصور کرتے ہیں۔

پروفیسر کرشن چندر نے ترقی پسند مصنفین کی کانفرنس میں فرمایا کہ:-

کچھ لوگ عشق کو ایک دوامی قدر سمجھتے ہیں لیکن میں اس سے متفق نہیں ہوں۔ مرد عورت کی محبت میں بھی انقلاب آتے رہے ہیں۔ بارہویں صدی کا عشق بیسویں صدی کا عشق نہیں ہے۔

قدیم و جدید کے اس فرق کو اکبر الہ آبادی نے اس طرح واضح کیا تھا

بچ:- جو پھاڑتے تھے کپڑے اب کوٹ سی رہے ہیں

معاشی حالات سازگار ہوں تو عشق زندہ رہتا ہے ورنہ مر جاتا ہے۔ (کرشن چندر)

پھر تو وہ شاعر بھی بڑا ترقی پسند تھا جس نے کہا تھا ـــ

چناں قحط سالے شد اندر دمشق
کہ یاراں فراموش کردند عشق

پنڈت جواہر لال نہرو کی آتش بیانی کی ایک خبر: اگر مسلم لیگی ساری مسلم نشستوں کو جیت لیں تو وہ اپنے متعلق کسی فریب خیال کا شکار نہ ہوں کیونکہ ان نشستوں کو حاصل کرنے کے باوجود کانگریس تمام ملک کے نظم و نسق کو چلائے گی اور مرکز میں اسی کی حکومت کو قوت حاصل رہے گی۔

ہم پنڈت جی کی خدمت میں صرف اس قدر عرض کرنا چاہتے ہیں:-

بچ۔ صاحب نظران نشۂ قوت ہے خطرناک!

ہم رسد بندی اور کنٹرول کا کچھ روز اور قائم رہنا ملک کے لئے ضروری سمجھتے ہیں بلکہ دو چار سال ابھی بھی رسد بندی قائم رہے تو ملک کے لئے اس کو مفید سمجھتے ہیں۔ اس لئے کہ اس طرح ملک کو کفایت شعاری کا اچھا سبق ملتا ہے۔ (پیام)

ایں کہ می بینم بہ بیداریست یا رب یا بہ خواب!!

انجمن طلبائے قدیم جامعہ عثمانیہ کے پیش نظر یہ تجویز ہے کہ جامعہ عثمانیہ کے فنی طلبا یعنی طب، قانون، انجنیری کے تحفظ کے لئے موثر تدابیر اختیار کی جائیں۔ (ڈیلی خبر)

اس خبر کی اشاعت کا مقصد صرف یہ بتلانا ہے کہ انجمن طلبائے قدیم زندہ ہے۔

خدمات اور رسد کے کنٹرول سے متعلق قانون کو دار العوام نے متفقہ طور پر مزید پانچ سال تک جاری رکھنے کی منظوری دے دی۔

(ڈیلی خبر)

نذر بے مولوی منصور احمد خاں صاحب انگلستانی

دوسرے قومی اداروں کو اتحاد المسلمین کے ساتھ مل کر حیدرآباد میں ایک جمہوری حکومت قائم کرنی چاہئے۔ (کامریڈ مخدوم محی الدین)

مگر سوال یہ ہے کہ کیا اتحاد المسلمین جمہوریت کے لئے تیار ہے؟

آگ بجھانے والے انجنوں سے زمین کی آبپاشی

ارون داس گپتا

مغربی بنگال کے اضلاع ہاوڑا، ہوگلی، بردوان اور ندیا میں اس سال بارش کی کمی سے امان اور آؤس دھان کی فصل کو بڑا نقصان پہنچا ہے۔ حکومت جو یہ فریب دینے کی کوشش کر رہی تھی کہ نقصان بڑا معمولی ہے اب یہ تسلیم کرنے پر مجبور ہو گئی ہے کہ گزشتہ سال کے مقابلہ میں اس سال (گرمیوں) کی فصل پچیس فی صدی اور امان کی فصل دس فیصدی کم ہو گی۔ کسان بہت فکر میں تھے۔ کہ آب پاشی کا انتظام کس طرح کیا جائے۔ آخر ضلع ہوگلی کے دو چھوٹے علاقے کے کسان کمیٹیوں نے یہ مطالبہ کیا کہ آگ بجھانے انجنوں کے پمپوں کے ذریعہ سے آب پاشی کی جائے۔

۲۲ ستمبر کو جون اور جیرواٹ دو گاؤں کو جانے والی سڑک پر آگ بجھانے والے انجنوں کی گڑگڑاہٹ سنائی دی۔ کسان کئی دن سے ان انجنوں کا انتظار کر رہے تھے۔ والنٹیروں کی ٹولیاں کام کرنے کے لئے تیار تھیں۔ یہ لوگ کھیتوں کی طرف جانے والی سڑک کی مرمت کر رہے ہیں۔

انجن کھیتوں تک پہنچنے سے پہلے سڑک خراب ہونے کی وجہ سے ان کا آگے بڑھنا مشکل ہے۔ تیس والنٹیروں نے انجنوں کو دھکا دے کر دو میل لمبی کچی سڑک پر چلایا اس طرح وہ کام پر ڈھائی بجے پہنچ گئے۔ نئے آدمیوں نے تین انجنوں کو اٹھا کر نہر کے کنارے سے رکھ دیا۔

دوپہر ہونے سے پہلے پہلے انجن کام کرنے لگے اور پمپوں کے ذریعہ سے ایک ہزار بیگھہ زمین کی آب پاشی شروع ہو گئی۔ انجن ایک منٹ میں چھ ہزار گیلن پانی نکالتے تھے۔ جو کھیتوں میں بہہ رہا تھا۔ والنٹیر کھیتوں کے اندر چھوٹی چھوٹی نالیاں بنا کر پانی کو دور تک لے جانے کی کوشش کر رہے تھے کھیتوں کی سوکھی زمین نے سارا پانی جذب کر لیا

اس علاقے کے بڑے بڑے زمیندار چندر موہن پاسک، ہری شنکر موہن ڈھنگ، سرت کرجی اور کنند ابو ہیں۔ کسانوں کی بپتا کا ان کے دل پر کوئی اثر نہیں ہوا۔ جب کسانوں نے یہ مطالبہ کیا کہ آگ بجھانے والے انجن سے آب پاشی کی جائے تو انھوں نے اس کی مخالفت کی۔ دھن کرشن مکھرجی ایک اور زمیندار نے کہا کہ یہ مخالفت کا دور ہو چکا۔ جب زمین نے سارا پانی جذب کر لیا تو لوگوں کے جذبات بڑھ گئے اور وہ حسرت سے آسمان کی طرف دیکھنے لگے لیکن دوسرے دن جب انجنوں سے پھر آب پاشی کی گئی تو پانی کھیتوں میں بھر گیا اور زمین نرم ہو گئی۔ کسانوں کے چہرے خوشی سے چمک اٹھے اور وہ جلدی سے ہل اور بیل لے آئے اور زمین جوتنے لگے۔ قربان علی کسان نے کہا مجھے اپنی زندگی میں کبھی اتنی خوشی نہیں ہوئی تھی۔

دوسرے دن لوہار کی دکان میں ہتھوڑوں کی آواز نے تمام گاؤں کو چونکا دیا۔ کسانوں کی کامیابی کی خبر پھیل گئی۔ ہر سال برسات کے پہلے مہینے میں ہل ٹھیک کئے جاتے ہیں اس سال پانی نہ برسنے کی وجہ سے اس کی ضرورت نہ پڑی۔ لیکن اب ایک ساتھ چار سو ہل لوہار کی دکان پر مرمت کے لئے آگئے اور کام بڑی تیزی سے ہونے لگا۔

موہن گھاٹ گاؤں اور چیرواٹ میں بھی یہی ہوا کسانوں نے لوہار کی دکان کے سامنے کھڑے ہو کر اپنے ہل ٹھیک کرائے اور کھیت جوتنے چلے گئے دس دن کے اندر ایک ہزار بیگھہ زمین جوت کر اس میں تخم ریزی کر دی گئی۔ کسانوں نے خوش ہو کر کہا کہ اس سال ہم نے ایک مہینے کا کام دس دن میں کیا ہے۔

آگ بجھانے والے انجنوں پر کام کرنے والے آدمی کسانوں کا مقابلہ کر رہے تھے۔ ان کی خوبی ڈسپلن قابل دید تھی۔ لیکن ان میں خوبی ہمدردی نام کو نہیں تھی۔ تین فائرمین، ایک گروپ لیڈر، چندر ڈرائیور اور ان کے افسر بنائے گئے۔ گھوش نے دن رات محنت کی۔ مسٹر گوش نے کہا کہ ہم نے آگ بجھانے کا کام سیکھا ہے اس لئے جب ہم کو کھیتوں میں آب پاشی کرنے کا حکم ملا تو ہمیں تعجب ہوا مگر لیکن جب ہم نے دھوپ میں تپتے ہوئے کھیتوں کو دیکھا تو ہمیں احساس ہوا کہ ہم دھرتی کی آگ بجھانے آئے ہیں۔

انجن کے ایک آدمی نے جو بردوان کا کسان تھا کہا تھا کہ جب کھیتوں میں پانی بھر گیا تو میرا جی چاہتا تھا کہ میں انجن چھوڑ کر کھیت میں کام کرنے چلا جاؤں۔ ہماری موٹر ڈرائیور بھی بہت ہی خوش تھا اپنی لاری جتنے ادا کئے ہوئے وہ شکلے سے انجنوں کے لئے گیسولین لا رہے تھے۔ وہ گھر میں چھٹی ہو گیا ...

اس فیصلے کی کامیابی نے زمینداروں اور حیا طبقے کے لوگوں پر بھی اثر کیا جو مخالفت کر رہے تھے اب وہ بھی کسانوں کے ساتھ تعاون کرنے لگے۔ انھوں نے انجنوں پر کام کرنے والے سات آدمیوں کے کھانے کے لئے سات سو روپیہ خرچ کیا کسانوں نے سو روپیہ جمع کیا۔ کھیت جوتنے والوں کی خوشی دیکھ کر وہ لوگ بھی خوش تھے جو کھیتوں کے کنارے سے کھڑے ہوئے تماشا دیکھ رہے تھے۔ اسکول کے ہیڈ ماسٹر نے آ کر سارے کسانوں کو مبارکباد دی اور کہا کہ تم نے بڑا شاندار کام کیا ہے۔

اس شاندار کام کی پشت پناہی یہاں کی کسان تحریک تھی جس نے گاؤں گاؤں جلسے کر کے آگ بجھانے والے انجنوں کے ذریعہ سے آب پاشی کا مطالبہ کیا تھا۔ یس، ڈی۔ او ابتدا میں اس اسکیم کی مخالفت کرتا رہا آخر کار کسانوں کے ایکے کے سامنے اسے جھکنا پڑا۔ اس پورے کام میں پندرہ ہزار روپے صرف ہوا صرف دو ماہ میں گیسولین پر چھ ہزار روپیہ خرچ ہوا۔

اب ایک ہزار بیگھہ زمین کی آگ بجھا دی گئی ہے اور وہاں اب ہرے کھیت لہلہا رہے ہیں۔ پچاس والنٹیروں نے سو گھنٹے کام کر کے دو کروڑ دس لاکھ گیلن پانی نہر سے لے کر کھیتوں میں پہنچایا۔ کسانوں کو آگ بجھانے والے انجنوں سے محبت ہو گئی ہے۔ ایک کسان نے کہا کہ اگر یہ انجن نہ آتے تو ہمیں اپنا گھر بار بیچنا پڑتا۔ اس کو شاید پچھلے قحط کی یاد آگئی ہوگی۔ اس سال بھی کسانوں کو آب پاشی کے لئے دس روپیہ فی بیگھہ دینے پڑے تھے۔

ایک دوسرا کسان کہہ رہا تھا کہ روس میں مشینوں کے ذریعہ سے زراعت ہوتی ہے اب ہم نے اپنی آنکھوں سے مشین کا کرشمہ دیکھ لیا ہے۔ اگر ہمارے پاس مشین ہو تو ہم بارہ مہینے فصل پیدا کر سکتے ہیں پھر ہم ترکاریاں بھی بو سکیں گے۔ کچھ کسانوں کو انجنوں کے واپس لے جانے کا افسوس ہوا انھوں نے کہا کہ کچھ دن ان انجنوں کو یہیں رہنے دو۔ لیکن جب ان سے یہ کہا گیا کہ دوسرے گاؤں والوں کو بھی ان انجنوں کی ضرورت ہے تو وہ خاموش ہو گئے۔

انجنوں پر کام کرنے والوں اور کسانوں میں بڑی دوستی ہو گئی۔ انھوں نے کسانوں کی تحریک، زمین کی ملکیت، ٹیکس اور اس قسم کے دوسرے مسئلوں پر بڑی دیر تک گفتگو کی۔

اب کسانوں کو یقین ہے کہ جب کبھی پانی کی کمی ہوگی تو وہ آگ بجھانے والے انجنوں کو بلا کر آب پاشی کر سکیں گے لیکن انجنوں کو منگانے کے لئے کسان سبھا کو مضبوط بنانا اور کسانوں کا ایکا ضروری ہے۔

جدید مملکت پر اقبال کی تنقید

از
ڈاکٹر یوسف حسین خان

بسلسلہ گزشتہ

انسان صرف اپنے اخلاقی نصب العین ہی کے آگے غیر مشروط طور پر سر تسلیم خم کر سکتا ہے۔ اقبال نے "اسلامی الٰہیات کی جدید تشکیل" میں اس مسئلہ پر بحث کرتے ہوئے نہایت ہی لطیف نکتہ پیدا کیا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اسلام بحیثیت ایک سیاست کے اصول توحید کو انسانوں کی جذباتی اور ذہنی زندگی میں ایک زندہ عنصر بنانے کا عملی طریقہ ہے۔ اس کا مطالبہ وفاداری خدا کے لئے ہے نہ کہ تخت و تاج کے لئے اور چونکہ ذات باری تمام زندگی کی روحانی اساس سے عبارت ہے اس لئے اس کی اطاعت کیشی کا درحقیقت یہ مطلب ہے کہ انسان خود اپنی معیاری فطرت (اعلےٰ صفات) کی اطاعت کیشی اختیار کرتا ہے۔

اقتدار کا یہ نظریہ جدید مملکت کے معاہدہ عمرانی کے نظریہ سے بالکل مختلف ہے۔ جس کی رو سے حکومت عامہ کو کثرت رائے سے متعین ہوتی ہے۔ ملکی اقتدار کا منبع جمہور کی جاتی ہے۔ نظریہ معاہدہ عمرانی کے علمبرداروں میں ہابز اور لاک کے علاوہ فرانسیسی مفکر روسو ہے۔ جس نے عوام کو اقتدار و حقوق کا سرچشمہ قرار دیا۔ اس کی کتاب "معاہدہ عمرانی" انقلاب فرانس کی انجیل خیال کی جاتی ہے۔ روسو کی تعلیم سے انقلاب فرانس کے بیشتر قائد متاثر تھے اسی تعلیم پر بعد میں جمہوری حکومتوں کا نظام فکر مبنی قرار دیا گیا۔ جب عوام دنیاوی اقتدار کا سرچشمہ ٹھہرے تو لازم ہے کہ اکثریت کا حکم چاہے وہ نادانستگی اور نادانی کے باعث غلطی پر ہی کیوں نہ ہو مطلق اور بے قید تسلیم کیا گیا اور انسانی ضمیر کی آواز جو ہمیشہ حق کی تائید میں بلند ہوتی ہے اور جس پر انسانیت کی سیاسی اور عمرانی ترقی کا دارومدار ہے اکثریت کے فیصلے کے نیچے دب دی گئی۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ حکومت کو کوئی طرح مطلق حیثیت نہیں رکھتی۔ حکومت ایک اختیار شخص کی یا متعدد یا علیحدہ اشخاص کی یا جماعتوں کی ایجنسی ہوسکتی ہے جو عدل و اعتدال کے اصول پر مبنی ہو اور الٰہی قوانین سے چشم پوشی نہ کرے جو فطری قوانین ہیں اور جنہیں ہر جماعت اپنے مزاج اور اپنے حوائج کے مطابق برت سکتی ہے۔ اگر یہ بات مشیت عامہ کے تسلیم کیا جائے کہ اقتدار کا منبع ذات باری ہے تو اس سے انسانی ضمیر کی

آزادی کا اصول بھی مسلم رہتا ہے کہ وہ اپنے اعلیٰ ترین اوصاف کے ذریعہ ہی سے قانون الٰہی کی توجیہ کا پابند ہے اور جماعت کی عام ترقی کے راستے بھی مسدود نہیں ہوتے۔ حضرت معین الدین چشتی کی طرف ایک رباعی منسوب ہے جس میں اسوۂ حسینی کی اصول توحید کے مطابق توجیہ کی گئی ہے اور اسے انسانی ضمیر کی آزادی کے لئے بطور نصب العین کے پیش کیا گیا ہے۔

شاہ است حسین پادشاہ است حسین
دین است حسین دین پناہ است حسین
سر داد نداد دست در دست یزید
حقا کہ بنائے لا الٰہ است حسین

اقبال کے نزدیک ملکی اقتدار کا منبع ذات باری ہے کہ کوئی فرد اور نہ کوئی جماعت چاہے وہ کسی خاص نقطۂ نظر کے متعلق کتنی ہی اکثریت کیوں نہ رکھتی ہو۔ وہ اصلی حاکم اس کو مانتا ہے جو دنیاوی اختیارات اور تعینات سے پاک اور ذات مطلق محض ہو جو ذاتی کے آگے فطرت انسانی اپنی جبین نیاز جھکا سکتی ہے۔

مرد حق کی زبان نقطہ اس ذات بے ہمتا کو ہے۔

حکمراں ہے اک وہی باقی بتان آزری

دوسری جگہ وہ کہتا ہے کہ حاکمی کے لئے اگر فوج اور زندان و سلاسل معیار ہیں تو یہ بہت پست قسم کے معیار ہے۔

فوج و زندان و سلاسل رہزنی است
او ست حاکم کز چنیں ساماں غنی است

جلال الدین رومی کی زبانی اسی مسئلہ کے متعلق یوں کہلوایا ہے۔

نحر حق چوں ناہی و آمر شود
زور مند ناتواں قاہر شود
زیر گردوں آمری از قاہری است
آمری از ما سوا اللہ کافری است

لیکن اس کا مطلب یہ نہیں کہ اقبال بھی ترقی کے راستہ کی طرف لے جانا چاہتا ہے وہ اس کا قائل ہے کہ جو انسانی فطرت اجتماعی زندگی کے تقاضوں سے اور انسان کے ذہنی اور اخلاقی قوتیں بغیر مملکت کے وجود کے نشوونما نہیں پا سکتیں جب تک عدل و انصاف کو نافذ کرنے کے لئے کوئی ایسا ہو جو فتنہ و دلگی کی شیرازہ بندی کر سکے اس وقت تک معاشرہ ترقی کو گا اپنے آپ کو قائم و برقرار نہیں رکھ سکتا۔ حکومت کسی ایک مخصوص طرز کے ساتھ وابستہ نہیں بلکہ مختلف حالات کے مطابق مختلف حکومتیں ممکن ہیں جو حق اور عدل پر مبنی ہو سکتی ہیں۔

اقبال کے نزدیک مملکت کی اطاعت غلامی نہیں، بلکہ خود انسانی نفس کے اعلیٰ ترین رجحانات کی اطاعت ہے۔ اس طرح آدمی آدمی کا نہیں بلکہ الٰہی قوانین کا تابعدار ہو جاتا ہے۔ جس کی وجہ سے اس کی انسانیت اور شرافت کو بٹہ نہیں لگتا۔ حکمراں کی عزت و احترام وہ اس واسطے کرتا ہے کہ وہ فطری حقوق اور الٰہی قوانین کا پاسبان ہے۔ اس لئے نہیں کہ وہ قوت و جبروت کا مالک ہے۔ زندگی کے اسی نقطۂ نظر کے باعث اسلامی تاریخ نے آزادی و خودداری کی روایات کو ہمیشہ قدر و منزلت کی نظر سے دیکھا۔ اور اس کی بدولت مرد مومن کی سیرت میں بے نیازی اور بے خوفی ہمیشہ موجود رہی۔ سیرت کے اس اعلیٰ وصف کو اقبال فقر سے تعبیر کرتا ہے۔

فقر کے ہیں معجزات تاج و سریر و سپاہ
فقر ہے میروں کا میر فقر ہے شاہوں کا شاہ

فقر مقام نظر علم مقام خبر
فقر میں مستی ثواب علم میں مستی گناہ

علم کا موجود اور فقر کا موجود اور
اشہد ان لا الٰہ اشہد ان لا الٰہ

چڑھتی ہے جب فقر کی سان پہ تیغ خودی
ایک سپاہی کی ضرب کرتی ہے کار سپاہ

دل اگر اس خاک میں زندہ و بیدار ہو
تیری نگہ توڑ دے آئینۂ مہر و ماہ

اسلامی تاریخ میں یہ امر مسلم رہا ہے کہ حاکم حکمرانی کا مستحق و اہل اس وقت تک ہے جب تک کہ وہ انسانی صفات عالیہ کا نگہبان ہے۔ حضرت صدیق اکبر کے خطبہ صدارت میں صراحت موجود ہے۔

اما بعد ایہا الناس فانی قد ولیت علیکم ولست بخیرکم فان احسنت فاعینونی وان اسأت فقومونی الصدق امانۃ والکذب خیانۃ والضعیف فیکم قوی عندی حتی اخذ لہ حقہ والقوی فیکم ضعیف عندی حتی اخذ منہ الحق ان شاء اللہ ... اطیعونی ما اطعت اللہ ورسولہ فاذا عصیت اللہ ورسولہ فلا طاعۃ لی علیکم۔

اے لوگو میں تمہارا والی مقرر کیا گیا ہوں میں تم سے بہتر نہیں ہوں۔ اگر میں بھلائی کروں تو مدد کرو۔ اگر میں برائی کروں تو مجھے تنبیہ کرو۔ سچائی امانت ہے اور جھوٹ خیانت ہے۔ تم میں سے جو ضعیف ہے وہ میرے نزدیک قوی ہے جب تک کہ اس کا حق دلوا دوں۔

ذی مشیت ہے۔ چنانچہ کہا ہے
کمزور کو حق نہ دے لوں۔ میری اطاعت
کرو اس وقت تک جب تک کہ میں
اللہ و رسول کی اطاعت کرتا ہوں۔
اگر میں اللہ اور رسول کی نافرمانی کروں
تو میری اطاعت تم پر واجب نہیں۔

غرض مملکت یا حکومت کا اقتدار اور اس کا جہانگیری کا دعویٰ اسلامی روایات میں ہمیشہ مشروط رہا ہے۔ الحکم للہ اور الملک للہ کا فلسفہ سوائے اس کے کچھ نہیں کہ انسانی صفات عالیہ ہی اس امر کو متعین کرنے کی مجاز ہیں کہ کونسا طرز حکومت کن حالات کے لئے موزوں اور قرین عدل ہے۔ عدل سے مراد ایسا (نظام) سیاست ہے جس میں جماعت کے ہر رکن کو اپنی صلاحیتوں کو ظاہر کرنے کا پورا موقع ہو اور وہ اجتماعی زندگی میں وہی منصب اور مرتبہ حاصل کر سکے جس کا وہ فی الحقیقت مستحق ہے۔ بغیر اس کے کوئی مستحکم تمدن اور دیرپا تہذیب وجود میں نہیں آسکتی۔

اس اصول کو تسلیم کرنے سے سیاست کسی بندھے ٹکے نظام فکر کی پابند نہیں ہو جاتی۔ بلکہ زندگی کی طرح وہ مختلف احوال کے ساتھ مطابقت پیدا کر سکتی ہے۔ ہمارے سیاسی نظامات جنہیں آج مطلق حقائق کے طور پر پیش کیا جا رہا ہے۔ خاص حالات کا نتیجہ ہیں۔ وہ سب کے سب آنی و فانی ہیں۔ ان میں کوئی بھی دائمی اور مطلق حیثیت نہیں رکھتا۔ باقی رہنے والی صرف ذات خداوندی ہے۔ ضرب کلیم میں محراب گل افغان کی زبانی اقبال نے نہایت بلیغ اشعار کہلوائے ہیں۔ محراب گل افغان کہتا ہے کہ افغانستان کی چٹانیں عالم سیاست کے عجیب عجیب انقلاب دیکھ چکی ہیں۔ انھوں نے سکندر کو بھی دیکھا۔ اور نادر شاہ کو بھی۔ لیکن فاتحوں نے جو نظام حکومت قائم کئے وہ تار عنکبوت سے بھی زیادہ کمزور ثابت ہوئے۔

کیا چرخ کج رو کیا مہر کیا ماہ
سب راہرو ہیں واماندہ راہ
کڑکا سکندر بجلی کی مانند
تجھ کو خبر ہے اے مرگ ناگاہ!
نادر نے لوٹی دلی کی دولت
اک ضرب شمشیر افسانہ کوتاہ!
افغان باقی کہسار باقی
الحکم للہ! الملک للہ

جدید مملکت کی ایک اہم خصوصیت یہ ہے کہ یہ اپنے نظام فکر کو وطنیت کے فلسفۂ اجتماعی پر مبنی قرار دیتی ہے۔ وطنیت ہی اس کا دین ہے اور یہی اس کا ایمان ہے۔ اپنے اعمال کو حق بجانب ٹھہرانے کے لئے وہ وطنیت کے جذبہ کا سہارا لیتی ہے۔ جب مذہب کا دامن ہاتھ سے چھوٹ جاتا ہے تو ضرور تھا کہ کوئی دوسرا مسلک زندگی کو نقطۂ نظر اس کی جگہ لیتا۔ اور وطنیت کے تصور نے بڑی حد تک اس روحانی اور معنوی خلا کو اہل مغرب کی زندگی میں پر کیا جو ترک مذہب سے پیدا ہو گیا تھا۔

نظری حیثیت سے اصول قومیت کا تعلق انسانوں کی سیاسی گروہ بندی سے ہے۔ اس کے ذریعے اس تاریخی رجحان کا اظہار عمل میں آیا جس کا مقصد کسی عالمگیر مملکت کو ٹکڑے ٹکڑے کر کے آزاد اور کامیاب قائم کرنا تھا۔ اس کی بدولت ایسی نئی سیاسی تنظیم وجود میں آئی جس سے مختلف گروہوں کی نسلی اور لسانی انفرادیت برقرار رکھی جا سکے۔ اور ان میں سیاسی اور معاشی تعاون عمل کی راہ پیدا ہو اور ان کی دولت میں اضافہ ہو۔ اس تعاون عمل کی بہترین شکل یہ خیال کی جاتی ہے کہ ہر مملکت قوم ہو اور ہر قوم مملکت ہو۔

وطنیت کے تصور کا اظہار سیاست کے ذریعہ اظہار ہوا۔ جب صدی اٹھارہویں کے وسط سے شروع ہوا انقلاب فرانس نے اس تصور کو اور زیادہ قوی کر دیا۔ ابتدا میں وطنیت کا اظہار خصوصیں تہذیب کی ادبی، تاریخی اور لسانی خصوصیات کے ذریعے کیا گیا۔ وطنیت کے جذبہ کی ترقی کا نتیجہ یہ ہوا کہ عوام ایک مشترک سیاسی ہیئت میں منسلک ہو گئے اور تاجرانہ نفع پرستی کی گرم بازاری کے لئے اہل مغرب کے لئے حالات بہت سازگار ثابت ہوئے۔ شروع میں نشاۃ ثانیہ کے بعد یورپ میں جو جدید مملکتیں قائم ہوئیں انھیں وطنیت کے جذبہ سے معاشی مفاد کو فروغ دینے میں بہت کچھ مدد ملی۔ اس جذبہ کے نشوونما میں بادشاہوں کا بڑا حصہ رہا۔ بالخصوص انگلستان اور فرانس میں قومیت انہی کی مساعی کی رہین منت ہے۔ بالآخر قومیت کی تجا اہل مغرب کے ذہنوں پر ایسی جست ہوئی کہ اس کو بالکل فطری خیال کیا جانے لگا۔ ہر جماعت قومیت یا وطنیت ہی کی بنیاد پر اپنی سیاسی اور معنوی تنظیم کرنے کی دعویدار ہوئی۔ قومی اقتدار معاشی قوت و نفوذ حاصل کرنے کا ذریعہ ٹھہرا۔ اور معاشی قوت سے قوموں کے سیاسی اقتدار میں اضافہ ہوا۔ ہر قومی مملکت اپنے معاشی مفاد کو مدنظر رکھتے ہوئے اپنے مقصد کی تکمیل و تحصیل کے درپے ہو گئی۔ لازمی طور پر اس امر کے دوسری جماعتوں پر اس کا کیا اثر مرتب ہوگا۔ جب ہر مملکت جو وضع قانون کا حق رکھتی ہے خود ہی اپنے مفاد کا تعین کرنے لگی تو اس کا لازمی نتیجہ یہ نکلا کہ وہ اپنے یہاں اتنی عسکری قوت پیدا کرنے پر مصر ہوئی جو نہ صرف اس کی ذات کو دوسری قوموں کی دست درازی سے محفوظ رکھ سکے۔ اور اپنے من مانے حقوق منوا سکے۔

مملکت کے جدید تصور میں قومی احساس کی کارفرمائی کا بڑا دخل ہے۔ جس کی بدولت ہر چھوٹی سی چھوٹی قوم اپنی علیحدہ سیاسی تنظیم کی دعویدار ہے۔ آج یہ سیاست کا ایک مسلم اصول متصور ہوتا ہے کہ جہاں تک ہو سکے مملکت اور قوم ایک دوسرے سے ہم آہنگ ہونے چاہئیں۔ ان کے حدود ایک دوسرے سے الگ نہ ہوں بلکہ یکساں ہوں۔ اس بحث سے کہ قوم کا تصور اب تک بہت غیر متعین اور مبہم طور پر استعمال کیا جاتا رہا ہے۔ لیکن اس کی تہ میں اصل خیال یہ ہے کہ جس جماعت میں لسانی، نسلی اور تہذیبی یگانگت ہو۔ اس کے لئے بڑی حد تک ضروری ہے کہ اس کے سیاسی اور معاشی مفاد میں اشتراک پیدا کیا جائے۔ چنانچہ جدید قومیت ایک قسم کا نفسیاتی احساس ہے۔ اور مملکت ایک معروضی حقیقت ہے۔ جو اپنے ارادہ اور منشا کو عملی جامہ پہنانے کی قوت رکھتی ہے۔ قومی مملکت بہترین سیاسی تنظیم ہے۔ جو اجتماعی زندگی کا سب سے بڑا محرک کہی جا سکتی ہے۔ آج اس نے دین و اخلاق کی گدی پر قبضہ جما لیا ہے۔ مملکتی نظم و نسق کی وحدت اور معاشی مفاد کی یکسانیت سے قومیت کے جذبہ کو نشوونما پانے کا پورا موقع ملتا ہے۔ جسے دوسری قوموں سے مسابقے کے لئے استعمال کیا جا سکتا ہے۔ غرضیکہ آج قومیت یا وطنیت کو سیاسی تصور مملکت کی فطری بنیاد خیال کیا جاتا ہے۔ اقبال اس تصور کو اسلامی روایات کی نقیض خیال کرتا ہے۔ اور اس بت کو توڑنا اپنا سب سے بڑا اسلامی فرض سمجھتا ہے۔

اس دور میں مے اور ہے جام اور ہے جم اور
ساقی نے بنا کی روش لطف و ستم اور
مسلم نے بھی تعمیر کیا اپنا حرم اور
تہذیب کے آزر نے ترشوائے صنم اور
ان تازہ خداؤں میں بڑا سب سے وطن ہے
جو پیرہن اس کا ہے وہ مذہب کا کفن ہے
یہ بت کہ تراشیدۂ تہذیب نوی ہے
غارت گر کاشانۂ دین نبوی ہے
بازو ترا توحید کی قوت سے قوی ہے
اسلام ترا دیس ہے تو مصطفوی ہے
نظارۂ دیرینہ زمانے کو دکھا دے
اے مصطفوی خاک میں اس بت کو ملا دے

حقیقت یہ ہے کہ موجودہ وطنیت کا جذبہ بالکل ایک مصنوعی چیز ہے۔ جدید تمدن کے بعض مخصوص حالات نے اس کی پیدائش و نشوونما میں مدد دی۔ یہ دعویٰ کہ جس طرح انسان کو اپنے خاندان یا قبیلہ سے محبت ہوتی ہے اسی طرح یہ محبت بڑھ کر قوم و وطن کی محبت بن جاتی ہے۔ تاریخی و منطقی طور پر صحیح نہیں ہے۔ خاندان کی محبت ایک قدرتی احساس یا جذبہ کے تحت ہوتی ہے۔ برخلاف اس کے وطنیت ایک پیچیدہ اور تجریدی تصور ہے جس کو صرف مخصوص تاریخی احوال اور معاشی مفادات کی بدولت جذباتی حقیقت بننے کا موقع ملتا ہے اور جہاں تاریخی حالات موافق نہیں ہوتے وہاں اس کے لئے باوجود معاشی مفاد کی یکسانیت کے جذباتی حقیقت بننے میں بڑی دشواریاں پیش آتی ہیں۔ خود ہندوستان کی مثال اس ضمن میں پیش کی جا سکتی ہے۔

(باقی)

مسلم لیگ عوامی ادارہ ہے

کوئٹہ میں مسٹر جناح کی تقریر

"آپ کو مخاطب کرنے کے لئے مجھے مدعو کر کے آپ نے جو عزت بخشی ہے اس کے لئے میں آپ کا بے حد ممنون ہوں۔ جب میں پہلی بار بلوچستان پہنچا تو میرا مطمح نظر یہ تھا کہ یہاں کے حالات کا مطالعہ کر کے آپ کے مسائل کو سمجھنے کی کوشش کروں چنانچہ اس مقصد کے تحت میں نے سینکڑوں افراد سے ملاقات کی جن میں مسلم اور غیر مسلم شامل تھے۔ میں نے ہر مکتب خیال کے اشخاص سے گفتگو کی ان کی تکالیف اور دشواریوں کو دریافت کیا اور اس کے بعد میں آپ کے ایجنٹ جنرل سے اور دیگر حکام سے ملاقات کی اور ان سے بھی طویل گفتگو کا موقع حاصل رہا۔ اور آپ کو یاد ہو گا کہ اس کے بعد ہم نے بلوچستان سے متعلق ایک کتابچہ جاری کیا اور آپ کے نام یہ ہدایت جاری کی کہ یہاں کی حکومت پر اپنے مطالبات کو منوانے کے لئے آپ دباؤ ڈالتے رہیں۔ اور اس کے ساتھ ہی ہم نے آپ سے یہ بھی وعدہ کیا تھا کہ ہم بھی مرکزی حکومت پر اس وقت تک زور ڈالتے رہیں گے جب تک کہ وہ اپنا طرز عمل تبدیل نہ کر لے جیسا کہ مسٹر عیسیٰ خان آپ کو پہلے بتلا چکے ہیں ہمارے اثر و دباؤ کے تحت اور مسلم لیگ پارٹی کی مساعی کی بنا پر حکومت کو اس جانب متوجہ ہونا پڑا اور ہم اپنی کوششوں میں کامیاب رہے۔ اب میں یہاں کہیں بھی جاتا ہوں مسلمان مجھ سے اپنی دشواریاں بیان کرتے ہیں۔ اور مجھے مسرت ہے کہ مسلمان بیدار ہو چکے ہیں اور "ایک قوم" کی طرح زندگی بسر کر رہے ہیں۔ ان میں سب شعور پیدا ہو چکا ہے۔ ان میں خود اعتمادی کی عادت پیدا ہو چکی ہے اور اب اس سرزمین میں باعزت زندگی بسر کرنے کے لئے ضروری تمام ذہنی صلاحیتوں کو بروئے کار لا چکے ہیں۔

"بلوچستان کے مسائل سے متعلق قائد اعظم نے فرمایا کہ اس خصوص میں ہم نے چار بڑی کامیابیاں حاصل کی ہیں۔ ایک یہ کہ اس خطہ کو فائدہ مشترکہ میں لے لیا گیا۔ دوسری کامیابی یہ کہ یہاں پر ایک مجلس قانون ساز قائم کر دی گئی۔ تیسری بات یہ کہ تنظیم کے لئے (۹) لاکھ کی رقم منظور کی گئی اور چوتھی مساعی کا جو نتیجہ تھا وہ یہ کہ حکومت ہند نے ہم سے وعدہ کر لیا کہ جنگ کے بعد غیر سرکاری اشخاص کی اکثریت پر مشتمل ایک کمیشن بلوچستان بھیجا جائے گا جو حالات سے واقفیت حاصل کرنے کے بعد یہاں اصلاحات کے نفاذ سے متعلق اپنی سفارشات پیش کرے گا۔ یہ ساری چیزیں ایک سال کے اندر ہی اندر وقوع پذیر ہو گئیں اور کسی کے خواب و گمان میں بھی نہیں تھیں آخر وہ کیا ہے کہ جس نے حکومت کو اتنی ساری باتیں ماننے پر مجبور کیا؟ اس کا صرف ایک ہی جواب ہے اور وہ یہ ہے مسلم لیگ اپنی طاقت اور منظم جماعت ہے کہ جس کو حکومت نظر انداز کرنے کی جرأت نہیں کر سکتی۔

ہمارے پیش نظر صرف ایک ہی مسئلہ ہے وہ یہ کہ کیا مسلمان باعزت اور خود مختار زندگی گزارنے کے لئے پاکستان چاہتے ہیں یا اکھنڈ ہندوستان میں غلاموں اور اسیروں کی سی زندگی بسر کرنا چاہتے ہیں۔

اس الزام کا جواب دیتے ہوئے کہ لیگ مخلص نوابوں اور خطاب یافتہ افراد کی جماعت ہے۔ قائد اعظم نے فرمایا "مسلم لیگ ایک جمہوری ادارہ ہے ہر وہ مسلمان جو پاکستان کا حامی ہو اور جس کی عمر ۱۸ سال ہو چکی ہو اور لیگ کے نصب العین و مسلک سے متفق ہو لیگ کی رکنیت کا استحقاق رکھتا ہے۔ یہ ایک عوامی ادارہ ہے اور اس کے لائحہ عمل کا تعین عوام کے ہی ہاتھوں ہے۔

ایک اور الزام کا جواب دیتے ہوئے کہ لیگ نے کوئی قربانی نہیں کی قائد اعظم نے فرمایا وقت کے تقاضوں کے مطابق لیگ ہمیشہ قربانیاں پیش کرتی رہی ہے بلا کسی مقصد کے صرف نام و نمود کی خاطر جھگڑے مول لینے کا نام ایثار و قربانی نہیں۔ کانگریس کی مثال پیش کرتے ہوئے آپ نے کہا کانگریسی قائدین جیل تو جاتے ہیں لیکن کچھ مدت بعد ہی وہ ارباب اقتدار کو لکھتے ہیں کہ ان کا وزن کم ہو گیا ہے صحت گر گئی ہے اور بیوی کا انتقال ہو گیا ہے۔ کیا یہی ان کی بہادری ہے؟ کیا یہی قربانی ہے؟ لیکن میں آپ کو یقین دلاتا ہوں کہ جب وقت آئے گا اور جب میں یہ محسوس کروں گا کہ اب کوئی باعزت طریقہ باقی نہیں رہا ہے تو آپ یقین رکھئے اور مجھ پر اعتماد کیجئے کہ برطانوی سنگینوں کے مقابلہ کے لئے آگے بڑھتے ہوئے سب سے پہلے اور سب سے پیش پیش مجھے ہی پائیں گے۔ (پرزور تالیاں)

مسلمانوں سے اپیل کرتے ہوئے قائد اعظم نے فرمایا "اصل سوال یہ نہیں ہے کہ وزیر اعظم کون کون ہونے والے ہیں اور وزارتیں کس کس کو ملنے والی ہیں یا اسمبلی میں جانے کا کس کس کو موقع ملتا ہے اس قسم کی باتوں پر غور کرنے کا یہ وقت نہیں ہے۔ جب ایک بار یہ تصفیہ کر دیا گیا کہ تمام مسلمان لیگ کے کھڑے کئے ہوئے امیدواروں کو ووٹ دیں تو بس اس تصفیہ ہی پر عمل ہو

چاہیئے۔

پاکستان سے متعلق قائد اعظم نے فرمایا گذشتہ تین سال سے مسلسل کانگریس مسلمانوں کو دھوکہ دینے کی کوشش کرتی رہی ہے لیکن الحمدللہ انہیں کبھی بھی اس میں کامیابی نہیں ہوئی۔ ہندو مسلم مسئلہ کا واحد حل پاکستان کا قیام ہے ہم ان سے یہ کہہ رہے ہیں کہ تم تین چوتھائی حصہ لے لو اور ہمیں ایک چوتھائی دے دو لیکن اس پر بھی وہ راضی نہیں ہوئے لیکن ہم کبھی ہندوؤں کی غلامی بھی گوارا نہیں کریں گے ہم آزادی کے لئے جنگ کر رہے ہیں ان گدیوں کے لئے نہیں کہ جو برطانوی سنگینوں کی حفاظت میں ہیں۔ اگر وہ پاکستان کے لئے تیار ہو جائیں تو ہم ۲۴ گھنٹوں کے اندر ہندوستان کو آزاد کرا لے سکتے ہیں۔

(اورینٹ پریس)

مسئلہ فلسطین

عربوں کا مظاہرہ

دمشق ۱۰ اکتوبر۔ ہزاروں مسلمانوں نے آج جامع امیہ میں نماز جمعہ ادا کرنے کے بعد یہ نعرے بلند کرتے ہوئے کہ "اللہ بڑا ہے اللہ ہمارے ساتھ ہے اور اللہ ہی نصرت عطا کرنے والا ہے" شہر کا گشت کیا۔ مسجد میں علماء نے مسلمانوں کو اس خطرہ سے متنبہ کیا جو فلسطین کے نقصان سے عربوں کو پہنچے گا۔ مسلمانوں کے جلوس کی قیادت طلباء کر رہے تھے اور ان کے پاس علم تھے جن پر لکھا تھا کہ "ہم اپنی جان قربان کر دیں گے تاکہ فلسطین زندہ رہے۔ فلسطین کو نجات دلانے کے لئے آگے بڑھیے"۔

علماء نے کہا کہ اگر فلسطین یہودیوں کے حوالہ کر دیا گیا تو عالم عرب بالکل پارہ پارہ ہو جائے گا اور پہلوں کا مشترک ستارہ جو عرب ممالک کے صدور کے تمام روایات کی جائیں گی۔ انہیں یہ مطالبہ کیا گیا ہے کہ عرب ممالک کے صدور فلسطین کی حفاظت کے لئے مداخلت کریں۔

اس کے ساتھ سارے شہر میں اعلانات جاری کئے گئے جن میں مطالبہ کیا گیا ہے کہ یہودی سامان کا مقاطعہ کیا جائے اور اس کو یہ مقدس فرض قرار دیا گیا ہے۔ یہ مطالبہ بھی کیا گیا ہے کہ کل قوم کی ہڑتال منائی جائے۔ مسلمان طلباء نے ایک مجلس قائم کی اور اعلان کیا کہ فلسطین کے یہودیوں سے تجارت کرنے والے اداروں اور افراد کی ایک سیاہ فہرست شائع کی جائے گی۔

محمد علی پاشا نے جو عرب اراضی کے تحفظ کی مجلس سرمایہ کے صدر ہیں۔ لارڈ گورٹ ہائی کمشنر فلسطین کے پاس آج ایک یادداشت پیش کی جس میں لکھا ہے کہ اگر یہودیوں کا خلاف قانون داخلہ بدستور جاری رہے تو عرب بھی اور سب وطن کی حفاظت کیلئے اٹھ کھڑے ہو جائیں گے۔

عرب لیگ کی تشکیل اور اس کا تاریخی پس منظر

(بقیہ سلسلہ صفحہ ۳)

عربوں کی امداد و اعانت کی اور جنگ کے بعد عرب ممالک میں برطانیہ کے لئے مفید مقام حاصل کرنے میں مدد دی۔ مصری وزیر اعظم نحاس پاشا نے بغداد سے بیروت تک اس اسکیم کی حمایت حاصل کرنے میں موثر کام کیا لیکن نحاس پاشا حجاز اور یمن کے بادشاہوں کو ہموار کرنے میں زیادہ کامیاب نہ ہو سکے۔ اسکندریہ میں ایک کانفرنس منعقد کرنے کی

تجویز پیش ہوئی۔ برطانوی سفارت خانہ میں خاص دلچسپی لی گئی کیونکہ مصر کو یہ ہدایت دی گئی تھی کہ کسی صورت سے بھی فلسطین اس کانفرنس میں شریک نہ ہونے پائے مگر یہ ممکن نہ تھا کیونکہ عربوں کے نزدیک فلسطین کے نمائندوں کے بغیر کانفرنس نامکمل اور غیر نمائندہ تھی۔ عراق اور مصر سے زیادہ فلسطین کی اہمیت عربی تھی۔ ایک سمجھوتہ یہ ہو گیا کہ فلسطین کے مندوب یا مندوبین ایک رکن کی حیثیت نہ دی جائے جس کو ووٹ کا حق ہو بلکہ محض شاہد کی حیثیت سے شریک کیا جائے۔ حجاز اور یمن کو آخری وقت شبہ رہا اور شیخ یوسف یاسین جو ابن سعود کے نمائندے تھے کانفرنس کے آغاز تک نہ آئے تھے۔ یمن کی کوئی نمائندگی نہیں ہوئی۔ کانفرنس کا اجلاس مصر آتو ادے میں شروع ہی ہوا تھا کہ ایک عجیب واقعہ پیش آیا۔ موسیٰ بے العلمی نے جن کو فلسطین کی تمام سیاسی جماعتوں نے نمائندہ منتخب کیا تھا ایک مدلل تقریر میں مطالبہ کیا کہ انہیں رکنیت کے کامل حقوق ملنے چاہئیں۔ کیمبرج کا تعلیم یافتہ اور بیرسٹری کی سند رکھنے والے اس شخص نے جو یروشلم میں وکیل سرکار رہ چکا تھا اپنا مطالبہ منوا لیا۔ بغیر کسی استثنا کے تمام عرب مندوبین نے اس کے مطالبہ کو قبول کر لیا اور فلسطین نے باوجود مخالفانہ کوششوں کے اس عرب برادری میں اپنا جائز اور مستحق مقام حاصل کر لیا۔

کانفرنس نے طریقہ کار مرتب کر لیا اور اس کے مطابق چند ماہ بعد ایک مکمل ابتدائی کانفرنس طلب کی گئی جس میں تمام عرب ممالک کے نمائندے شریک تھے۔ مندوبین نے وفاق کا نہیں بلکہ عرب لیگ کا دستور مرتب کیا۔ یہ دستور جمعیت اقوام کے نمونہ کے مطابق تھا کیونکہ اس میں ارکان (خود مختار مملکتوں) کے حقوق کا پورا تحفظ کیا گیا تھا۔ کانفرنس کے اجلاس کے وقت میں اتفاق سے تغیر ہو گیا تھا۔ یہ کانفرنس مصری وزارت خارجہ کے دفتر میں منعقد ہوئی تھی اور احمد پاشا ماہر جو دو کانفرنسوں کے وقفہ میں نحاس پاشا کے بجائے وزیر اعظم ہو گئے تھے اس کانفرنس کی کارروائی کو کامیابی کے طریقہ پر چلا رہے تھے۔ جلسے کے دوران میں ان تمام قومی مملکتوں کے چہرے میرے نظر آ رہے تھے جو ترکی سلطنت کو کاٹ کر بنائے گئے تھے۔ میں اپنے دل میں ایک درد محسوس کئے بغیر نہ رہ سکا جب میں نے سلطنت عثمانیہ کے ان باقیات کو دیکھا۔ (باقی)

خطرے کی گھنٹی

(بقیہ سلسلہ صفحہ اول)

عوام رواداری کے مظاہرے اور طریقے بھی ہو رہے ہیں۔ دوسری جماعتوں کے منعقد کئے ہوئے جلسوں میں منظم طور پر ہنگامے برپا کئے جا رہے ہیں۔ حق رائے دہی پاکستان کی مہم کے سلسلہ میں جو جلسے منعقد ہوئے ان کو درہم برہم کرنے کی کوشش کی گئی۔ بعض صورتوں میں تشدد سے بھی کام لیا گیا۔ نعرہ یہ ہے کہ کانگریس کے سوا کسی اور جماعت کی ہندوستان میں ضرورت نہیں۔ جب فضا رواداری سے معمور ہو تو اس محدود حق رائے دہی کی بنیاد پر بھی آزادی کے ساتھ انتخاب لڑے نہیں جا سکتے۔ گزشتہ دسمبر میں جب ریڈیکل ڈیموکریٹک پارٹی کی کانفرنس کلکتہ میں منعقد ہوئی تھی تو پنڈال کو آگ لگا دی گئی۔ اکثر مندوبین کو زد و کوب کیا گیا۔

اس وقت ہمارے ملک کی سیاسی زندگی کی اکثر خصوصیات اس صورت حال سے مشابہ ہے جو جرمنی میں ہٹلر کے برسر اقتدار آنے کے وقت پیدا ہوئی تھی۔ اس زمانہ میں میں جرمنی میں تھا۔ تجربے سے میں یہ محسوس کرتا ہوں کہ ہندوستان کے لئے کیا خطرات ہیں۔ خطرے کی گھنٹی بجا دینا میرا ایک فریضہ ہے۔ ہر دل عزیزی کھو دینے کا خوف مجھے اس فرض کی ادائی سے باز نہیں رکھ سکتا۔

آج ہندوستان میں فاسطیت کا خطرہ سنہ ۱۹۳۰ء سے زیادہ ہے۔ اس وقت میں نے یہ جو سوال اٹھایا تھا کہ آزادی یا فاسطیت آج وہ سوال ہندوستان کے سیاسی افق پر نظر آ رہا ہے۔ آزادی اور فاسطیت کی کشمکش کے نتیجہ پر ہندوستان کا مستقبل منحصر ہے۔ اب یہ فیصلہ آپ کے ہاتھ میں ہے کہ آپ آزادی چاہتے ہیں یا فاسطیت۔

ہندوستانی ریاستوں میں طبی امداد کی سہولتیں

بقیہ سلسلہ صفحہ (۵)

ریاست کے تمام حصوں میں پھیلا ہوا ہے۔ ۱۹۳۹ء میں ان دواخانوں میں ۳ لاکھ مریضوں کا علاج کیا گیا۔ ریاست نے آیورویدک و یونانی دواؤں کی تیاری کے لئے جن کی تمام ہندوستان میں بڑی مانگ ہے۔ ایک آیورویدک اور یونانی فارمیسی قائم کی ہے حیدرآباد کے محکمہ طبابت نظامیہ پر حکومت سالانہ ڈھائی لاکھ روپیہ صرف کرتی ہے جو پال میں ۳۳ سرکاری یونانی دواخانے ہیں جن میں ۱۹۴۲ء میں ۱۹۱۲ء ۶۹۰ مریضوں کا علاج کیا گیا۔ ۱۹۴۲ء میں بنگلور میں ۱۰ لاکھ روپیہ کے صرف سے ہندوستانی طب کے سری جیا چمراجندرا انسٹی ٹیوٹ کا قیام جدید اصولوں پر آیورویدک اور یونانی علاج کے طریقوں کو ترقی دینے سے متعلق ہندوستانی والیان ریاست کی خواہش کا عملی ثبوت ہے۔

مسئلہ فلسطین

بقیہ سلسلہ صفحہ (۱۰)

انھوں نے مطالبہ کیا کہ یہودیوں کی جانب سے حکومت کے اقتدار کو جو چیلنج دیا گیا ہے اس کا جواب دینے کے لئے پر زور تدابیر اختیار کی جائیں۔

معلوم ہوا ہے کہ لارڈ گورٹ نے کل یہودی لیڈروں سے ملاقات میں ان پر زور دیا کہ امن و امان کے استقرار میں امکانی اثر استعمال کیا جائے۔ گفت و شنید نہایت دوستانہ فضا میں جاری رہی۔ دوستانہ فضا کا اعادہ کل رات پھر اس وقت ہوا جب ہائی کمشنر ایک آرکسٹرا کی افتتاحی رسم انجام دینے کے لئے بیت المقدس کے ایک تھیٹر میں داخل ہوئے۔ ایوان کھچا کھچ بھرا ہوا تھا جس میں ۹۰ فی صد یہودی تھے۔ لوگ کھڑے ہو گئے اور تصفیق سے ان کا خیر مقدم کیا گیا۔ اس کے بعد آرکسٹرا پر برطانوی قومی ترانہ اور یہودی ترانہ بجایا گیا۔

لندن ۱۲ اکتوبر۔ قاہرہ کے امریکی فوج ہیڈ کوارٹر نے آج بیان کیا کہ فلسطین سے امریکی سپاہیوں کے تخلیہ کے باعث امریکی فضائی سروس کے لئے فلسطین کی طیارہ گاہوں کے استعمال پر کوئی اثر نہیں پڑے گا۔ افواج کی تعداد تھوڑی ہی ہے اور جو امریکی افواج فلسطین میں مامور ہیں وہ برابر اپنے فرائض انجام دیتے رہیں گے۔

جدید شفاخانوں کا قیام

اطلاع ملی ہے کہ جدید اختصاصی طبی امداد بہم پہنچانے اور اس طرح حیدرآباد کے محدود دواخانوں کے کثیر مرجوعہ کو کم کرنے کی غرض سے محکمہ طبابت سرکار عالی نے ممالک محروسہ کے چاروں صوبائی مستقروں پر چار علاقہ واری ہسپتال قائم کرنے کے لئے ایک اسکیم مرتب کی ہے۔ ان ہسپتالوں پر طب جراحی زچگی اور نسوانی امراض کے خصوصی معالج متعین کئے جائیں گے۔ یہ ماہرین نہ صرف علاقہ واری ہسپتالوں میں کام کریں گے بلکہ اضلاع کے اندرونی علاقوں کے دواخانوں اور ہسپتالوں کا بھی دورہ کریں گے اور مقامی ڈاکٹروں کو ان کے کام میں ماہرانہ مشورہ اور امداد دیں گے۔ ان ہسپتالوں میں لاشعاعی اور برقی علاج کے بھی انتظامات کئے جائیں گے۔

فی الحال محکمہ طبابت دو علاقہ واری ہسپتال قائم کرنے کا ارادہ رکھتا ہے۔ ایک اورنگ آباد میں دوسرا ورنگل میں۔ اندازہ کیا گیا ہے کہ ان ہسپتالوں پر ۱۱۹۱۰۱ روپیہ متوالی اور ۵۵۰۰۰ روپیہ غیر متوالی اخراجات عائد ہوں گے۔ ان اخراجات میں ہسپتالوں کی تعمیر کا خرچ شامل نہیں ہے۔ فی الحال ان ہسپتالوں میں ڈیڑھ سو مریضوں کی رہائش کا انتظام کیا جا رہا ہے۔ بعد میں یہ تعداد تین سو تک بڑھا دی جائے گی۔